مولانا عبد الرحمن صاحب ندوی نگرامی مرحوم نے نوعمر بچون کو اسلام کی حقیقت سمجھانے کے لئے سہل، سادہ اور چھوٹے چھوٹے جملون اور دل نشین انداز بیان مین یہ رسالہ لکھا تھا، اب ان کی وفات کے بعد شایع کیا گیا ہے، یہ رسالہ بچون اور بچیون کو سبقاً سبقاً پڑھانے کے لایق ہے،

عرب کی شاعری، مرتبہ جناب محمد سردار علی صاحب اڈیٹر تجلی، حجم ۵۶ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت صرف ۴ر جو رسالہ کی حیثیت سے بہت کم ہے، پتہ:۔ مولوی غلام محمد صاحب معتمد کتب خانہ مسجد چوک، حیدرآباد دکن،

مولانا وحید الدین صاحب سلیم مرحوم نے "عرب کی شاعری" کے عنوان سے عربی شاعری پر ایک دلچسپ اور مفید تبصرہ کیا تھا، اور عرب شعرا کے کلام کے مختلف نمونے اردو مین پیش کئے تھے، یہ مضمون رسالہ اردو مین شایع ہوا تھا، اب مولانا کی وفات کے بعد جناب محمد سردار علی صاحب اڈیٹر تجلی نے اس کو رسالہ کی شکل مین شایع کیا ہے، رسالہ اپنے موضوع پر دلچسپ و پرمعلومات ہے،

تصوف، از مولانا عبد الغنی صاحب وارثی حجم ۴۲ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی اچھی اور کاغذ متوسط قیمت ۲ر پتہ:۔ جناب وحید احمد صاحب شیخوپور ضلع بدایون،

مولانا عبد الغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے الطبقات الکبریٰ امام شعرانی کو "نعمت عظمیٰ" کے نام سے اردو مین منتقل کیا تھا، اس کتاب کی اشاعت کو ایک زمانہ گذر گیا، اور اب شاید کتب فروشون کے یہان دستیاب بھی نہین ہوتی ہے، مولوی وحید احمد صاحب بدایونی شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اپنے ذوق سے اس کتاب کے مقدمہ کو رسالہ کی صورت مین "تصوف" کے نام سے شایع کیا ہے، اس مین امام شعرانی نے علم تصوف کی حقیقت اور صوفیاے کرام کی عظمت و مرتبت کی توضیح کی ہے، رسالہ پڑھنے کے لائق ہے،

"ر"

عدد ۴	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ع	جلد بست و ششم ۲۶

مضامین

شذرات

خوشی کی بات ہے کہ دارالمصنفین یا شبلی اکاڈیمی کے قیام کے بعد سے ملک میں اردو کی کئی اکاڈیمیان یا علمی وادبی مجلسین مختلف نامون سے قائم ہو رہی ہین، اردو اکاڈیمی دہلی، مسلم اکاڈیمی لکھنؤ، ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور، پنجابی اردو اکاڈیمی لاہور وغیرہ متعدد علمی مجلسین ظہور پذیر ہوئی ہین، اور ہو رہی ہین، ابھی حال مین بعض علم دوست اصحاب نے "ایوانِ اشاعت" کے نام سے ہمارے ہمسایہ شہر گورکھپور مین تالیف واشاعت کا ایک مرکز قائم کیا ہے،

ایوانِ مذکور کے مدیرون نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ ادبیات، حکمیات، (فلسفہ اور سائنس) اور لسانیات کے متعلق ۲۰×۳۰/۱۶ کی ایک ہی تقطیع کی کتابین شائع کرین گے، ایک سہ ماہی رسالہ نکالین گے، اور ایک مکتبہ (بک ڈپو) قائم کرین گے، دس روپیہ سالانہ اس کی عام رکنیت کا چندہ مقرر کیا ہے، امید ہے کہ اہلِ علم حضرات اس نوخیز مجلس کی ہمت افزائی کرین گے، پتہ ایوانِ اشاعت گورکھپور،

آج تمام ہندوستان مین نادر عربی کتابون کی طبع واشاعت کا ایک اور صرف ایک مرکز ہے، یعنی دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ سنسکرت کتابون کی اشاعت کے کتنے مستقل مرکز ہین، ٹراونکور، میسور، بڑودہ اور کشمیر کے ریاستی سلسلون کے علاوہ پونہ، کلکتہ اور بنارس کے مجلسی سلسلے قائم ہین، اور ہر سال سنسکرت کے مطبوعہ ذخیرہ مین اضافہ کرتے رہتے ہین،

عربی اور فارسی کو جانے دیجئے، اردو ہی کو لیجئے، تمام ہندوستان مین کوئی ایک ایسا دارالاشاعت

کتابون کی طبع واشاعت کا سلسلہ تو الگ رہا، کوئی ایسا تجارتی کتبخانہ بھی نہین جہان عربی اور فارسی کی تمام مطبوعات مل سکین، جو جرمنی، فرانس، انگلستان، ہولینڈ، اٹلی، قسطنطنیہ، مصر، شام، عراق، اور ایران کی چھپی ہوئی کتابون کو فراہم کرکے شائقین کے ہاتھون تک پہونچائے، ایشیاٹک سوسائٹی ہندوستان مین قائم ہے، مگر اس کی مطبوعات کو لندن سے منگوانا کلکتہ سے منگوانے سے زیادہ آسان ہے،

بمبئی کے کتب فروش مصری مطبوعات سے آگے نہین بڑھتے، اور وہ بھی مذہبی اور زیادہ تر فقہی کتابون کے ذخیرے جمع کرتے ہین، اگر کاش وہ اپنے کاروبار کو ممالک اسلامیہ ہی تک وسعت دیتے تو بھی سہولت ممکن تھی، انھین وجوہ سے کئی سال سے بار بار خیال آتا ہے کہ مشرقی کتابون کا کوئی ایسا تجارتی کتبخانہ کھل جائے جو تمام دنیا سے عربی وفارسی مطبوعات کو یکجا کرکے پیش کرے، مگر یہ چیز اہلِ قلم سے زیادہ اہلِ سرمایہ کے کرنے کی ہے،

ابھی حال مین پونہ مین "اورنٹیل بک ایجنسی" کے نام سے سنسکرت، پالی اور پراکرت کتابون کا بہت بڑا تجارتی کتبخانہ قائم ہوا ہے، جو تمام دنیا سے ان زبانون کی چھپی ہوئی کتابون کو یکجا کرکے شائقین کے ہاتھون تک پہونچائے گا، اس کی مئی ۱۹۳۰ء کی فہرست اس وقت ہمارے سامنے ہے، اس کے سرلوح پر اس ایجنسی کے کارپرداز یہ اعلان کرتے ہین:-

"یہ ایجنسی یہ ذمہ لیتی ہے کہ دنیا کے کسی حصہ مین جو کتاب قدیم ہندوستان کے متعلق ہوگی وہ اسکو بہم پہونچائیگی"

یہ فہرست تین سو صفحون مین پھیلی ہوئی ہے،

ہے، جہان اردو کی تمام بہترین کتابون کو یکجا فراہم کرنے کا اہتمام ہو، اردو کی جو کم مایہ ایجنسیان قائم بھی ہوتی ہین، وہ کاروبار اور معاملہ کے بجائے مصنفین اور مطبعون سے اخلاقی تعلقات کے دباؤ سے کچھ سرمایہ اکٹھا کرکے خرید و فروخت کرتی ہین، اور برس چھ مہینون کے کاروبار کے بعد آمدنی کا کچھ حصہ اہل قلم اور مصنفین اور شایع کرنے والون کو بھی دیدیتی ہین، نام لیکر کسی کو رسوا کرنا نہین چاہتے، تاہم ایک دو کو چھوڑ کر باقی تمام ایجنسیان باقاعدہ کاروبار سے محروم ہین، اور ان کی حالت سخت افسوسناک ہے،

اس تحریر سے مقصود کوئی اخلاقی موعظت نہین ہے، بلکہ یہ کہنا ہے کہ جب تک اردو بک ایجنسیان باقاعدگی اور ایمانداری کے ساتھ پورے تجارتی اصول اور کاروبار کے مطابق اس کام کو نہین کرینگی، نہ وہ خود کوئی بڑا مالی فائدہ اٹھا سکین گی اور نہ ملک کی علمی و ادبی خدمت انجام دے سکین گی،

اس افلاس اور تنگ حالی کے باوجود اردو کی کتابین ملک مین کافی چھپتی ہین، مگر چونکہ کہین یکجا نہین ہوتین، اس لئے وہ بہت تھوڑی اور ناکافی معلوم ہوتی ہین، اور اکثر کتابون کا تو پتہ بھی نہین چلتا، اچھی سے اچھی کتابین چھپتی ہین، اور کسی گوشۂ گمنامی مین پڑکر ختم ہوجاتی ہین،

اصل یہ ہے کہ اس کام کو اب تک زیادہ تر اہلِ قلم اصحاب نے کیا ہے، جو مالی سرمایہ سے محروم ہین، اور یا بعض جاہل تاجرون نے کیا ہے، جو کتابون کی قدر و قیمت سے ناواقف ہین، وہ صرف اسکولون اور کالجون کے کورس کی کتابون کا ذخیرہ فراہم کرتے ہین، یہ کام ان دونون جماعتون کے مل کر کرنے کا ہے، اہلِ سرمایہ اپنا سرمایہ لگائین، اور اہلِ علم اپنی محنت اور قوتِ انتخاب سے اُنکی مدد کرین، اس طرح دونون کو پوری کامیابی حاصل ہوسکتی ہے،

آج کا زمانہ پچھلے زمانہ سے تمامتر مختلف ہے، گذشتہ زمانہ مین اہل شوق ڈھونڈ ڈھونڈ کر خود مصنفین تک پہونچتے تھے، اور اُن کے غور و فکر کے نتائج کو اپنے ہاتھون سے نقل کرکرکے اہلِ وطن کے لئے تحفہ لیجاتے تھے، سلاطین اور امراء ان تصنیفات پر اُن کو گران بہا انعامات دیتے تھے، اور اپنے کتبخانون مین ان کے نسخے خریدتے تھے، آج ترقی یافتہ ملکون مین اس جمہوری عہد مین یہ کام علمی مجلسون اور دارالاشاعتون نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، وہ مصنفین کے دماغی سرمایہ کو خریدتے ہین، اور شائقین تک پہونچا کر نفع اٹھاتے ہین، ہمارے ہان دونون طبقے اب تک ملے نہین ہین، نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی شخص کو مصنف بھی بننا پڑتا ہے، سرمایہ دار پبلشر بھی ہونا پڑتا ہے، خود ہی چھپوانا پڑتا ہے، خود ہی کاپیون اور پروفون کی تصحیح کرنی پڑتی ہے، اور خود ہی چھپے ہوئے پلندون کو بغل مین دبا کر بازارون مین یہ صدا بھی لگانی پڑتی ہے،

من قماش فروشِ دلِ صد پارہ خویشم

کس درجہ افسوسناک منظر ہے،

ابھی جرمنی کے ایک مشرقی دارالاشاعت کی فہرست مین "میر کے نشتر" ایک اردو مجموعہ کا اعلان پڑھا تو حیرت مین غرق ہوگیا، ایک ہم ہین کہ لاہور کو لکھنؤ کی خبر نہین، اور لکھنؤ کو حیدرآباد سے واسطہ نہین، اور ایک یہ قوم ہے، جس نے دنیا کی طنابین کھینچ کر کرۂ زمین کے ہر گوشہ سے اپنے کو قریب کرلیا ہے، اور جہان جو چیز مل سکتی ہے، اُس کو اپنے دامن مین سمیٹ لیتی ہے،

کیا لاہور، دلی، لکھنؤ کسی کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے انتہائی جنوبی گوشہ مین میسور گورنمنٹ نے اردو معلمین اور مدرسین کے لئے اصول تعلیم و تدریس پر اس سال اردو کی ایک نہایت ہی عمدہ کتاب چھپوائی ہے، جس کے متعلق یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ اردو مین اس موضوع پر اس قدر عمیق اور

فلسفیانہ کتاب آج تک شائع نہین ہوئی ہے، جناب سلطان محی الدین صاحب ایم اے، ایم اے ڈی، نائب ناظم تعلیمات میسور اس کے انگریزی مصنف، اور سید ابو یونس صاحب بی، ایس سی، بی، ٹی سپرنٹنڈنٹ ٹریننگ کالج میسور اس کے اردو مترجم ہین، اور میسور گورنمنٹ پریس اس کا شائع کنندہ ہے، ریاست میسور کی اس بے بہا کوشش کی جس قدر داد دیجائے کم ہے، حیدر آباد کے علاوہ دوسری اسلامی ریاستون کے لئے اس کی یہ خدمت حد درجہ قابلِ رشک ہے،

اردو معلّمین و مدرسین کے لئے اصول تعلیم پر میسور گورنمنٹ کا ایک ایسی اہم کتاب کو شائع کرنا خود ظاہر کر رہا ہے، کہ ریاست مذکور نے اپنی مسلمان رعایا کی خاطر اردو مدرسون اور مکتبون کی بنیاد ڈالی ہے، اور ان کے لئے وہ باقاعدہ معلم و مدرس بھی تیار کرتی ہے، یہ تو اُس دور افتادہ خطہ کا حال ہے، جہان ایک ہندو ریاست حکمران ہو جہان ہندوؤن کی کثیر آبادی ہے، جہان کے مسلمانون کی بھی اُردو مادری زبان نہین، لیکن ایک پاس ہی کے صوبہ بہار پر نظر ڈالئے، جہان اردو نہ صرف مسلمانون کی بلکہ ہندوؤن کی بھی مادری زبان ہے، جہان انگریزی حکومت قائم ہے، جو پچھلے دور مین اردو کا ایک مرکز رہا ہے، جس کے دار السلطنت کو اردو کے ایک علمی و ادبی زبان بنانے مین دخل کامل رہا ہے، اور عجیب تر یہ ہے کہ یہ کوشش خود یہان کے ہندو فرمانرواؤن کے ذریعہ انجام پائی، آج وہان کی عدالتون مین اردو کو بار نہین اور اردو خط وہان سرکاری دفاتر سے خارج ہے،

پچھلے سال صوبہ بھر کے مسلمانون نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ سرانٹی مگذ انلڈ کی اس "لعنت" کو ملک سے دور کیا جائے، کونسل مین تحریک پیش ہوئی، نامنظور ہوئی، اور آخر ہندو ممبرون کی ایک واک آوٹ کی پالیسی کا نقصان ان پر ثابت کرنے کے لئے اُنکی غیر حاضری مین دھوکے سے یہ تجویز پیش

کراکے منظور کرالی گئی، مگر گورنمنٹ کو تو اس سے صرف ہندو ممبرون کو سبق دینا تھا، اس لئے جب عمل کا وقت آیا تو مسلمانون کو جواب ملا کہ "ہم اقلیت کو خوش کرنے کے لئے اکثریت کو ناراض نہین کر سکتے"،
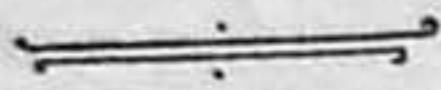
موجودہ سیاسی تحریک کے موقع پر مسلمان سوراجیون نے گورنمنٹ کی اس پالیسی کو سامنے رکھکر مسلمانون کو ترغیب دی کہ "جب گورنمنٹ اقلیت کو خوش رکھنے کے لئے اکثریت کو ناراض نہین کر سکتی تو اقلیت کو خود اپنے خوش رہنے کے لئے چاہئے کہ اکثریت کو اپنے سے راضی کرلے"، اس دلیل نے سیکڑون کونسلون کی متفقہ تجویزون سے زیادہ مؤثر ہونے کا ثبوت دیا، اور "اکثریت کی ناراضی کا خیال کئے بغیر" اقلیت کو خوش کرنے کی یہ تدبیر کی گئی کہ پٹنہ کمشنری مین اردو خط کی امتحاناً اجازت دیدی گئی، مگر ساتھ ہی اردو کے ساتھ رومن خط کو بھی اس اجازت مین شریک کرکے اردو کے دائرہ کو کم کرنا ضروری سمجھا گیا، نہین معلوم رومن خط کی اجازت صوبہ کی اقلیت کو خوش کرنے کے لئے ہے، یا اکثریت کے، یا کسی "اقل قلیل جماعت" کے،
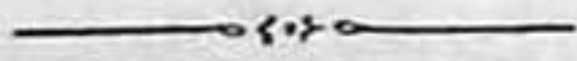
بہر حال اب اس کمشنری کے اُردو دان اور اردو پسند اصحاب کا یہ فرض ہے کہ اس حق کو غنیمت عارضی اور امتحانی طور پر قبول کرنے کے بجائے، اپنی کوششون سے مستقل طور سے حاصل کرین اور یہ بغیر اس کے ممکن نہین کہ اردو اخبارات، رسائل اور کتابین شائع کی جائین، پریس اور مطابع قائم کئے جائین، سرکاری دفاتر اور ڈاکخانون سے اردو فارم بکثرت مانگے اور استعمال کئے جائین، اردو انجمنین اور مجلسین بنائی جائین، صوبہ کے اردو مصنفین اور اہلِ قلم کی حوصلہ افزائی کیجائے، دیہاتون مین اردو مکتبون کے قیام پر زور دیا جائے، اور ان کے لئے خود صوبہ کے اندر ابتدائی کتابین تیار کیجائین،

ہندوستان کی دوسری صوبہ وار زبانون مین ملیالم (ملیباری) زبان کو اس لحاظ سے خاص اہمیت ہے کہ وہ اس ملک مین مسلمانون کی پہلی نوآبادی کی یادگار ہے، مگر افسوس ہے کہ علمی و تعلیمی لحاظ سے یہان کے مسلمان بہت پیچھے ہین، اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی مادری زبان فقہ و دینیات کی چند کتابون کے علاوہ اسلامی تاریخ وادبیات سے بالکل خالی ہے، خوشی کی بات ہے کہ اب یہان کے نوجوان مسلمانون نے ادھر کوشش شروع کی ہے، دار الاسلام کے نام سے ایک ضخیم رسالہ نکالا ہے، اردو کی بعض بہترین کتابون کا ترجمہ ملیالم مین کر رہے ہین، اسی سلسلہ مین علامہ شبلی مرحوم کی **الفاروق** کا ملیباری زبان مین ترجمہ شایع کیا ہے، اس سلسلہ کو وہ مزید وسعت دینا چاہتے ہین؛

میواڑ (راجپوتانہ) سے ایک دوست مطلع کرتے ہین کہ ان کے ہان کی متعلقہ یونیورسٹی مین مسٹر اسمتھ کی تاریخِ ہند پڑھائی جاتی ہے، جس مین حسب دستور اسلام کے ہندوستان مین شانِ نزول کی تمہید مین لکھا ہے کہ "مسلمانون نے آکر یہان تلوار کی نوک سے اپنا مذہب پھیلایا، اور کسی کو ایک بھاری رقم (جزیہ) ادا کئے بغیر اپنے مذہب پر قایم رہنے کی اجازت نہین دی،" اولاً تو یہ جان لینا چاہئے کہ یہ بھاری رقم (جزیہ) کیا ہے، دولتمندون سے دس روپیہ، اور غریبون سے ڈھائی روپیہ، عورتین، بچے، بوڑھے، معذور، مذہبی اہلِ منصب مستثنیٰ، ثانیاً کیا مورخ مذکور کو اس نوکِ شمشیر سے مسلمان کرنے کا کوئی واقعہ معلوم ہے؟ اگر ہے تو کیا رومی عیسائی شہنشاہون کی مملکت مین بت پرستون کو اور سواحلِ ہند پر قبضہ کرکے ہندوؤن اور مسلمانون کو زبردستی عیسائی بنانے کے واقعات سے وہ زیادہ ہین؟

بہرحال یہ موقع مصنف سے سوال وجواب اور ردّ و اعتراض کا نہین ہے، بلکہ یونیورسٹی کے کارپردازون سے سوال ہے کہ جب مسلمان عیسائیون کے اس گڑھے ہوئے قصہ کو اپنے مذہب کی توہین

سمجھتے ہین تو ایسی کتابون کو مشترک قومون کے نصاب تعلیم مین داخل رکھنا کہان تک موزون ہے؟ اب وقت آگیا ہے کہ عیسائی مصنفین اپنے عہدِ جاہلیت کے افسانون کو علم وتحقیق کی روشنی کے عہد مین بھلادین، ہم کو امید ہے کہ نصاب تعلیم سے ایسی لغو کتاب علحدہ یا اس مین مناسب اصلاح کر دیجائے گی،

مسٹر مارمڈیوک پکتھال جو ایک راسخ العقیدہ انگریز مسلمان ہین، اور مدت تک مصر و ترکی، اور ہندوستان مین رہ چکے ہین، اور بالفعل حیدرآباد دکن کے ایک اسکول مین ہڈ ماسٹر ہین، عربی کے ایک متوسط درجہ کے فاضل ہین، لیکن مصر کے قیام کے سبب سے عربی سے بہت کچھ آشنا ہین، ان کا مدت سے ارادہ تھا کہ وہ انگریزی مین قرآن پاک کا "روح پرور ترجمہ" کرین، میری انکی ملاقات انگلستان سے ہے، مگر غالباً ۱۹۲۶ء مین وہ جب انگلستان سے کولمبو ہوکر ہندوستان واپس آرہے تھے، تو بندر اس مین ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی، اس وقت انھون نے اس ترجمہ کا ذکر کیا، اور سورۂ روم کا جو ترجمہ انھون نے کیا تھا وہ دکھایا، اور یہ بھی کہا کہ کسی امریکن دار الاشاعت نے اس کے چھاپنے کا ذمہ لیا ہے، اسی دوران مین انھون نے احمدی ترجمہ کو "بے روح ترجمہ" کا خطاب دیا تھا، اور خود وہ جس ترجمہ کو چاہتے تھے، اس کے لئے شعلہ زن، یا آتشین (FIERY) صفت ظاہر کی تھی،

مسٹر موصوف کا یہ شوق دیکھ کر سرکار نظام خلد اللہ ملکہٗ نے ان کو معاوضۂ کثیر کے ساتھ دو برس کی لمبی رخصت عنایت کی، اور وہ مصر اور انگلستان مین رہے، آخری اطلاع کے بموجب یہ سنکر مسرت بے انداز ہوئی کہ موصوف نے اپنا "آتشین" ترجمہ تیار کر لیا، اور مصر کے بعض مشہور علمار نے اس کی صحت پر مہر توثیق ثبت کی، خدا کرے کہ ان کا یہ کام ایسا ہی انجام پایا ہو، اور مذہب کی طرف سے مغرب کے افسردہ دلون کی گرمی اور حرارت کا باعث ہو،

مقالات

معجم البلدان

اور

یاقوت حموی

از

مولینا عبد السلام ندوی

اسلام نے غلامون کو ترقی کے جو مواقع عطا کئے، اس کی بہترین مثال یاقوت حموی ہے، جو در اصل رومی نژاد تھا، اور روم ہی مین ۵۷۵ھ مین پیدا ہوا، لیکن تربیت اسلام کے آغوش مین پائی، کیونکہ وہ بچپن ہی مین گرفتار کرکے غلام بنا لیا گیا تھا، اس کو بغداد مین ایک تاجر نے جس کا نام عسکر بن ابی نصر ابراہیم حموی تھا خرید لیا، عسکر لکھ پڑھ نہین سکتا تھا، اس لئے اس نے یاقوت کو مکتب مین بٹھا دیا، تاکہ جب وہ لکھ پڑھکر ہوشیار ہو جائے، تو اس کو تجارتی حساب کتاب کے کام مین لگائے، یاقوت نے اس طرح لکھنا پڑھنا سیکھ لیا، اور جب بڑا ہوا تو کسی قدر نحو اور لغت مین بھی استعداد بہم پہونچائی، اب اس کے آقا نے اس کو تجارتی کاروبار مین لگا دیا، اور اس غرض سے وہ کیش، عمان، اور شام تک کا سفر کرتا رہا، لیکن سوء اتفاق سے آقا و غلام مین ناچاقی ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ۵۹۶ھ مین یاقوت کو آزاد کرکے بالکل الگ کر دیا، اب یاقوت کی علمی زندگی کا آغاز ہوا، اور اس نے اجرت پر کتابت کرنا شروع کی، اور اسی سلسلہ مین مطالعہ کی بدولت

بہت سے علمی فوائد حاصل کئے، اس کے بعد اس کے آقا نے پھر اس کو اپنے یہان بلا لیا، اور کیش کی طرف اسکو تجارتی سفر کے لئے بھیجا، لیکن جب یاقوت اس سفر سے واپس آیا تو اس کا آقا مر چکا تھا، اس لئے اس کے پاس جو مال و اسباب تھا، اس کا کچھ حصہ اپنے آقا کی اولاد اور بی بی کو دیدیا، اور بقیہ کو خاص اپنا سرمایہ بنا کر کتابون کی تجارت شروع کر دی، یہ ایک بے ضرر علمی تجارت تھی لیکن بدقسمتی سے یاقوت خوارج کی بہت سی کتابون کا مطالعہ کر چکا تھا، اور اس کے دل و دماغ ان کے اثر سے متاثر ہو چکے تھے، اس لئے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مخالف ہو گیا تھا چنانچہ جب اس نے ۶۱۳ھ مین دمشق کا سفر کیا تو دمشق کے بازار مین بعض حامیان علیؓ سے مناظرہ کیا اور اس مناظرہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت بعض ناملائم الفاظ استعمال کئے اسلئے وہان کے لوگون مین سخت اشتعال پیدا ہوا، اور وہ یاقوت کی جان کے خواہان ہو گئے، شہر کے حاکم کو بھی اس کی خبر ہو گئی، اور اس نے یاقوت کو طلب کیا، لیکن یاقوت دمشق سے بچ کر نکل بھاگا، اور اسی خوف و خطر کی حالت مین حلب پہونچا، اور حلب سے موصل، موصل سے اربل، اربل سے خراسان پہونچکر دم لیا، خراسان پہونچ کر اس نے تجارتی کاروبار شروع کر دیا، اور اس سلسلہ مین ایک مدت تک مرو مین قیام کیا، مرو سے نکل کر نسا پہونچا، اور وہان سے خوارزم گیا، لیکن خوارزم پہونچ کر اس کی شوریدہ بختی پھر رنگ لائی، اور ۶۱۶ھ مین تاتاری غارت گری شروع ہوئی، اور وہ سخت پریشانی و سراسیمگی کی حالت مین وہان سے بھاگ کر موصل پہونچا، اور وہان کچھ دنون قیام کیا، پھر سنجار ہوتا ہوا حلب پہونچا اور وہین رمضان ۶۲۶ھ مین وفات پائی، لیکن یاقوت نے محض تجارتی اغراض سے کتب فروشی نہین کی بلکہ ان پریشانیون کے ساتھ اس نے مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا شغلہ بھی جاری رکھا، اور نہایت ضخیم کتابین تصنیف کین جن کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) ارشاد الالبار الی معرفۃ الادباء   علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ کتاب چار جلدون مین ہے اور اس نے اس مین نحویون، لغویون، مورخون

اور انشا پردازون وغیرہ کے حالات لکھے ہین، لیکن اس کتاب کی سات جلدین شایع ہو چکی ہین، اور اس کا نام ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب ہے، اور وہ معجم الادبار کے نام سے زیادہ تر مشہور ہے، لیکن علامہ ابن خلکان نے معجم الادبار کا نام اس سے الگ مستقل کتاب کی حیثیت سے لیا ہے،

(۲) معجم الشعرار — شعرار کے حالات مین ہے،

(۳) کتاب المشترک وضعاً المختلف صقعاً،

(۴) کتاب المبدء والمال، — تاریخ مین ہے،

(۵) کتاب الدول،

(۶) مجموع کلام ابی علی الفارسی،

(۷) عنوان کتاب الاغانی،

(۸) المقتضب فی النسب، — اہلِ عرب کے انساب مین ہے،

(۹) کتاب اخبار المتنبی

لیکن اس کی سب سے زیادہ مشہور کتاب معجم البلدان ہے، جس پر ہم ریویو لکھنا چاہتے ہین،

سببِ تالیف اس عظیم الشان کتاب کی تصنیف کا خیال اس کے دل مین ایک نہایت معمولی واقعہ نے پیدا کیا، ۶۱۵ھ مین مرو شاہجہان مین ایک محدث کی درسگاہ مین اس سے حباشہ کے متعلق سوال کیا گیا، حباشہ زمانۂ جاہلیت مین عرب کے ایک بازار کا نام تھا، اور یہ نام حدیث مین آگیا تھا، اس لحاظ سے اس لفظ کی تصحیح وتحقیق جغرافیانہ حیثیت سے ہو سکتی تھی، لیکن یاقوت نے نحوی حیثیت سے اس کا یہ جواب دیا، کہ اس کا صحیح تلفظ بالضم حا ہے، لیکن ایک محدث نے اس پر اصرار کیا، کہ یہ لفظ بالفتح حا ہے، یاقوت نے نقلی

حیثیت سے اس بحث کا فیصلہ کرنا چاہا، اور اس غرض سے غرائب حدیث اور لغت کی بکثرت کتابین دیکھین لیکن ناکامیابی ہوئی، بالآخر ایک مدت کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ اس نے اس لفظ کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہی صحیح تھا، اب اس کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ اس فن مین ایک جامع کتاب کی ضرورت ہے جسمین تمام مقامات کے تلفظ کی تصحیح کیجائے، تاکہ ان کے متعلق کسی قسم کی غلطی واقع نہ ہو،

ماخذ کتاب یاقوت سے پہلے اس فن مین جو کتابین لکھی جا چکی تھین ان کی دو قسمین تھین،

(۱) ایک قسم مین صرف مشہور اور آباد شہرون کا ذکر کیا گیا تھا،

(۲) اور دوسری قسم مین صرف ان میدانی مقامات کا تذکرہ تھا جن مین اہلِ عرب آباد تھے، اور انکا ذکر ان کے اشعار مین آتا تھا،

پہلی قسم کے متعلق حکماے یونان مثلاً افلاطون، فیثاغورث اور بطلیموس وغیرہ نے جو کتابین لکھی تھین، ان مین اگرچہ متعدد کتابین یاقوت کے ہاتھ آئین، لیکن ان مین جن مقامات کا ذکر تھا، ان مین اکثر امتداد زمانہ سے مٹ چکے تھے، اور ان کا کوئی عین واثر باقی نہ تھا، اس لئے انکا اکثر حصہ اس کے لیے بیکار تھا، البتہ مسلمانون مین ابن خردازبہ، احمد بن واضح جیہانی، ابن الفقیہ، ابوزید بلخی، ابواسحاق اصطخری، ابن حوقل، ابوعبداللہ البشاری، حسن بن محمد مہلبی، ابن ابی عون بغدادی اور ابوعبید البکری نے اسی طرز پر اس فن مین جو کتابین لکھی تھین، وہ باقی تھین، اور وہ یاقوت کے کام آسکتی تھین،

دوسری قسم کی کتابین زیادہ تر ادبار مثلاً ابوسعید الاصمعی، ابوعبید اسکونی، حسن بن احمد ہمدانی، ابواشعث کندی، ابوسعید سیرافی، ابومحمد الاسود الغندجانی، ابوزیاد الکلابی، محمد بن ادریس بن ابی حفصہ، ہشام بن محمد الکلبی، ابوالقاسم زمخشری، ابوالحسن عمرانی، ابوعبید البکری الاندلسی، ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی وغیرہ نے لکھی تھین، اور ان سب سے یاقوت نے پورا فائدہ اٹھایا، لیکن اس نے صرف انھین کتابون پر اکتفا نہین کیا، بلکہ عرب کے دواوین، محدثین کی تصنیفات، اہلِ ادب اور محدثین کی تاریخ، زبانی روایتون

اور مختلف کتابون کے ضمنی مقامات سے بھی مدد لی اور اپنے سیر و سیاحت مین جو کچھ دیکھا تھا، اُن سب کو اس کتاب مین درج کیا،

کتاب کی خصوصیات خود یاقوت کے الفاظ مین اس کتاب کی خصوصیات حسب ذیل ہین:۔

"پہلے طبقہ (حکماے یونان) کی کتابون مین مقامات کے نامون مین تصحیف و تغیر ہو گیا تھا اور وہ مٹ چکے تھے اور جن لوگون نے ان کو لکھا تھا، انھون نے اس کو مسخ کر دیا تھا، دوسرے طبقہ کی کتابون مین اگرچہ یہ عیوب نہین تھے لیکن وہ غیر مرتب اور غیر تسکین بخش تھین، کیونکہ ان مین نہایت اختصار کے ساتھ کام لیا گیا تھا، اور ان کا مقصد صرف الفاظ کی تصحیح تھا اس کے علاوہ انھون نے اور تمام چیزون کو نظر انداز کر دیا تھا، لیکن ان کی کتابون مین جو کچھ متفرق طور پر پایا جاتا تھا، مین نے ان سب کو جمع کر دیا، اور اُنھون نے جو چیزین چھوڑ دی تھین ان سب کا اضافہ کیا، مین نے اس کتاب کو حروف تہجی کی ترتیب کے موافق لکھا، اور ہر نام کے حروف کے متعلق یہ ظاہر کر دیا کہ وہ ساکن ہے، یا مفتوح ہے یا مضموم ہے یا مکسور ہے، پھر اگر وہ نام عربی تھے تو ان کا اشتقاق بتایا ہے، اور اگر وہ عجمی تھے تو جہان تک مجھے معلوم ہوا، ان کے معنی بتائے اور نیز یہ کہ وہ کس اقلیم مین ہین، ان کا طالع کیا ہے؟ اور کون سا ستارہ ان پر غالب ہے؟ کس نے ان کو بنایا ہے؟ کونسا مشہور شہر ان کے قریب ہے؟ اور ان کے قرب و جوار مین جو مقامات ہین ان سے انکا فاصلہ کتنا ہے؟ اور ان کی خصوصیات کیا ہین؟ ان مین کیا کیا عجائبات ہین؟ ان مین جو اعیان، صلحار اور صحابہ و تابعین مدفون ہین انکا ذکر بھی کیا ہے، اور کچھ ایسے اشعار بھی نقل کئے ہین، جو ان مقامات کے شوق مین کہے گئے ہین، نیز یہ بتایا ہے کہ مسلمانون نے ان کو کس زمانہ مین فتح کیا؟ اور کیونکر فتح کیا؟ ان کا امیر کون تھا؟ وہ صلحاً فتح کئے گئے یا قہراً، نا کہ فی اور جزیہ کے متعلق ان کے احکام معلوم ہون اور یہ کہ ہمارے زمانہ مین ان کا بادشاہ کون ہے؟ لیکن ان شرائط کی پابندی تمام مقامات کے متعلق ہمارے امکان مین نہ تھی، صرف مشہور شہرون کے متعلق ان کا لحاظ رکھا ہے، اور بہت سے مواقع پر صرف بعض شرطون کا لحاظ رکھا ہے، بہر حال مین نے چھوٹے بڑے بہت سے فوائد جمع کر دیئے ہین، یہان تک کہ بہت سی ایسی باتین جمع کر دی ہین جن کو عقل قبول نہین کرتی۱؎"

یاقوت نے معجم البلدان مین جو چھوٹے چھوٹے بہت سے فوائد جمع کئے ہین، وہی اس کتاب کی اصلی خصوصیت ہین، اور انھین نے اس کو بہت زیادہ مفید اور دلچسپ بنا دیا ہے، اس لئے ہم اس مضمون مین انھین فوائد کو نمایان کرنا چاہتے ہین،

کتبخانہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، یاقوت کو ابتدا ہی سے علمی زندگی بسر کرنے کا موقع ملا، اول اول تو وہ اجرت پر کتابت کرتا تھا، اور اس سلسلہ مین اس کی نگاہ سے بہ کثرت کتابین گذرتی تھین، اس کے بعد اس نے مستقل طور پر کتابون کی تجارت شروع کی، اور آخر عمر تک اس شغلہ کو جاری رکھا، اس لئے وہ کتبخانون کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کرتا ہے، اور ان سے نہایت دلآویزی ظاہر کرتا ہے، چنانچہ مرو شاہجہان کے حال مین لکھتا ہے،

مین نے وہان تین سال تک قیام کیا، اور اگر ان ممالک مین تاتاریون کی غارتگری کا سلسلہ نہ شروع ہو جاتا تو مین تادم مرگ اس کو نہ چھوڑتا، کیونکہ اس شہر کے باشندون مین فیاضی، نرمی، اور حسن معاشرت پائی جاتی ہے، اور وہان کثرت سے امہات کتب موجود ہین، مین نے جب اس شہر کو چھوڑا ہے، تو اس مین دس کتبخانے وقف عام تھے، اور مین نے کتابون کی کثرت اور خوبی کے لحاظ سے دنیا مین ویسے کتبخانے نہین دیکھے، ان مین دو کتب خانے جامع مسجد مین تھے، ایک کا نام عزیزیہ تھا جس کو ایک شخص نے جس کا نام عزیز الدین ابوبکر عتیق الریحانی یا عتیق بن ابی بکر تھا، وقف کیا تھا اس مین بارہ ہزار یا قریب قریب اتنی ہی کتابین تھین، دوسرے کتب خانے کا نام کمالیہ تھا، اور مجھے

۱؎ دیباچہ معجم البلدان جلد اول،

یہ معلوم نہین کہ وہ کس کی طرف منسوب ہے، ایک کتبخانہ شرف الملک متوفی ابو سعد محمد ابن منصور کا جنھون نے ۴۹۴ھ مین وفات پائی انھین کے مدرسہ مین تھا، اور نظام الملک حسن بن اسحاق کا کتبخانہ بھی انھین کے مدرسہ مین تھا، دو کتبخانے سمعانین کے تھے، ایک اور کتبخانہ مدرسہ عمیدیہ مین تھا، ایک کتبخانہ مجد الملک کا تھا، جو متاخرین وزراء مین سے تھا، کتب خانہ خاتونیہ اسی کے مدرسہ مین تھا، اور کتبخانہ ضمیریہ وہان کی ایک خانقاہ مین تھا جس سے نہایت آسانی کے ساتھ کتابین لیجا سکتی تھین، خود میرے مکان مین اکثر دوسو کتابین رہتی تھین، جنھین اکثر بغیر رہن کی تھین، حالانکہ ان کی قیمت دو سو دینار تھی، مین ان کتابون کی سیر کرتا تھا، اور ان سے فوائد حاصل کرتا تھا، اس شہر کی محبت نے مجھ سے تمام شہر بھلوا دیئے اور مجھ کو اہل و عیال سے غافل کر دیا، اس کتاب اور دوسری کتابون مین جو فوائد ہین مین نے ان کو انھین کتبخانون سے جمع کیا ہے[۱]،،

بین السورین کے متعلق لکھتا ہے،

"یہ کرخ بغداد کے ایک بڑے محلہ کا نام ہے جو اس کا بہترین محلہ اور نہایت آباد تھا، اس مین ایک کتبخانہ تھا جس کو بہاء الدولہ بن عضد الدولہ کے وزیر ابو نصر سابور ابن ازدشیر نے وقف عام کیا تھا، دنیا کے کسی کتب خانے مین اس سے بہتر کتابین نہ تھین، کیونکہ یہ سب کی سب ائمہ معتبرہ کے ہاتھون کی اور ان کے اصلی مسودات سے لکھی گئی تھین، لیکن جب سلجوقیون کا پہلا فرمانروا طغرل بک بغداد مین ۴۴۷ھ مین آیا تو اس وقت کرخ کے جو محلے جلے، انھین مین یہ کتبخانہ بھی جل گیا[۲]،،

ساوہ کے متعلق لکھتا ہے،

،، وہان ایک کتبخانہ تھا جس سے بڑا کتبخانہ دنیا مین نہ تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تاتاریون نے اس کو جلا دیا[۳]،،

---

[۱] معجم البلدان جلد ۵ صفحہ ۳۰۵، [۲] معجم جلد ۲ صفحہ ۳۴۲، [۳] معجم جلد ۵ صفحہ ۲۱،

دور از کار روایتون کی تنقید، یاقوت نے اگرچہ عقلی علوم کی تعلیم نہین پائی تھی، اور اس کی صحبت بھی عقلی علوم کے علماء سے نہین رہی، بلکہ زیادہ تر اس کے تعلقات محدثین و ادباء کے ساتھ رہے، جن کا تمامتر دار و مدار نقل و روایت پر تھا، لیکن باانہمہ یہ ایک نہایت تعجب انگیز بات ہے کہ وہ دور از کار روایتون پر ہمیشہ عقلی حیثیت سے تنقید کرتا ہے، اور مذہب اسلام کو اس قسم کے خرافات سے بالاتر سمجھتا ہے، چنانچہ بغداد کے حال مین لکھتا ہے،،۔

،، منصور نے جیسا کہ ہم نے بیان کیا اپنے شہر کو گول بنایا تھا اور اپنا محل اور شہر کی جامع مسجد کو اس کے وسط مین تعمیر کیا تھا، اور ایوان کے اوپر قبہ خضرا بنایا تھا جس کی بلندی اسی گز تھی، اور قبہ کے سرے پر سوار کی شکل کا ایک بت بنایا تھا جس کے ہاتھ مین ایک نیزہ تھا، اور بادشاہ جب اس بت کو دیکھتا تھا کہ اس نے اپنا رخ کسی طرف کر کے نیزہ تانا ہے، تو اس کو معلوم ہو جاتا تھا، کہ اس سمت سے کوئی خارجی نمایان ہونے والا ہے، چنانچہ تھوڑی ہی دیر مین اس کے پاس یہ خبرین پہونچ جاتی تھین، کہ کسی خارجی نے اس جانب سے حملہ کیا ہے، مین کہتا ہون کہ خطیب نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے، لیکن یہ محال ہے، اور کھلا ہوا جھوٹ ہے، اس قسم کی باتین مصر کے جادوگرون اور بلیناس کے طلسمات کے متعلق بیان کیجاتی ہین، جن کی صحت کا وہم احمقون کے دل مین زمانہ کے امتداد اور اس تخیل نے پیدا کر دیا ہے، کہ قدما، انسان نہ تھے، لیکن مذہب اسلام ان خرافات سے بالاتر ہے، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ خود وہ حیوان ناطق جس نے اس تصویر کو بنایا ہے، ان چیزون کو بالکل نہین جان سکتا، جو اس جماد کی طرف منسوب کیجاتی ہین، گو وہ نبی مرسل ہی کیون نہ ہو، نیز اگر یہ بات صحیح ہو کہ یہ تصویر جب کسی طرف اپنا رخ کریگی تو اس طرف سے ایک خارجی نمایان ہوگا تو لازمی طور پر ہر وقت کوئی نہ کوئی خارجی نمایان ہوتا رہے گا، کیونکہ کسی نہ کسی طرف اس تصویر کا رخ ہمیشہ رہے گا[۱]،

---

[۱] معجم البلدان جلد ۲ ص ۲۳۵،

بحیرہ طبریہ کے متعلق ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ:۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بیت المقدس مین اس غرض سے آئین گے کہ وہان دجال سے جنگ کرین تو یاجوج ماجوج نمایان ہون گے، یہ ۲۴ قومین ہونگی اور زندہ و مردہ جس انسان کے پاس سے گذرین گی، اس کو کھا جائین گی، اور جتنا پانی پائین گی اسکو پی ڈالین گی، چنانچہ ان کی پہلی قوم بحیرہ طبریہ سے گذریگی اور اس کا سب پانی پی جائے گی، پھر اس سے ان کی سب سے آخر جماعت گذرے گی تو وہ اس کو خشک ملے گا، پھر یہ سب بیت المقدس مین جمع ہون گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھی مسلمان گھبرا جائین گے، اور وہ صخرہ پر چڑھ کر خطبہ دین گے جسمین حمد و ثنا کے بعد کہین گے کہ خداوندا اپنی فرمان بردار جماعت کی جو تھوڑی سی ہے، اس نافرمان جماعت کے مقابلہ مین جو بہت سی ہے مدد کر"

اور اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ روایت عقلی حیثیت سے محال ہے، لیکن کتابون مین اس کی بکثرت نظیرین موجود ہین[1]،

خبیص کے متعلق لکھتا ہے، کہ:۔

"ابن فقیہ نے بیان کیا ہے کہ اس شہر کے اندرونی حصے مین بارش نہین ہوتی، صرف اس کے اطراف وجوانب مین ہوتی ہے یہان تک کہ بعض اوقات آدمی اس کی چار دیواری سے باہر ہاتھ نکالتا ہے تو اس پر پانی پڑجاتا ہے، اور اس کا بقیہ بدن محفوظ رہتا ہے، لیکن یہ عجیب اور خلاف عادت بات معلوم ہوتی ہے، اور اس روایت کی ذمہ داری اسی پر ہے[2]"

بہت سے واقعات ایسے ہین جنمین کوئی عقلی استحالہ نہین ہے، اس لئے یاقوت ان کا انکار تو نہین کرتا بلکہ انکی تعلیل و توجیہ کرتا ہے، اور جہان تک ممکن ہوتا ہے انکے استبعاد کو دور کرتا ہے مثلاً

۱؎ معجم البلدان جلد ۲ ص ۸۰، ۲؎ ایضاً جلد ثالث ص ۴۴۴،

ابن کلبی نے بحیرہ ارجیش کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے، کہ اس مین دس مہینے تک مینڈک اور مچھلی معلوم نہین ہوتے، البتہ سال کے دو مہینون مین ان کی اس قدر بہتات ہوتی ہے کہ ہاتھون سے پکڑے جاتے ہین، جس کی یہ وجہ ہے کہ قباد اکبر نے جب بلیناس کو اپنے شہرون مین طلسمات قایم کرنے کے لئے روانہ کیا، تو اس نے اس بحیرہ مین بھی طلسمات بنایا جس کی وجہ سے دس مہینے تک اسمین مچھلیون کا پتہ نہین چلتا، یاقوت اس واقعہ کا تو انکار نہین کرتا، لیکن اس وجہ کو صحیح تسلیم نہین کرتا چنانچہ لکھتا ہے:۔

قلت وھذا من ھذیان العجم وانما ھناك سر خفی[1] — مین کہتا ہون کہ یہ عجمیون کی بکواس ہے، اس کا کوئی مخفی سبب ہوگا،

تدمر ایک نہایت قدیم شہر ہے، جس کی نسبت اہلِ تدمر کا بیان ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پیشتر آباد کیا گیا ہے، لیکن ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس شہر کو جنون نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تعمیر کیا تھا، یاقوت اس کے متعلق لکھتا ہے کہ لوگ جب کوئی عجیب عمارت دیکھتے ہین، اور اس کے بانی کا نام ان کو معلوم نہین ہوتا، تو اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام اور جن کی طرف منسوب کردیتے ہین[2]،

خسرو نے ایک میدان مین ایک عظیم الشان باورچیخانہ تعمیر کیا تھا جس کے متعلق بعض جغرافیہ نویسون نے لکھا ہے کہ خسرو پرویز قصر لصوص مین اور اسکا بیٹا شاہ مروان اسد آباد مین قیام کرتے تھے اور باورچی خانہ سے قصر لصوص تک کی مسافت چار کوس اور اسد آباد تک تین کوس کی تھی، لیکن جب بادشاہ کھانا کھانا چاہتا، تو قصر لصوص سے باورچی خانہ تک اور اسی طرح اسد آباد سے باورچیخانہ تک دو رویہ غلامون کی صف کھڑی ہوجاتی تھی، اور دست بدست وہان تک تازہ کھانا پہونچا رہتا تھا، لیکن یاقوت اس روایت کے متعلق لکھتا ہے، کہ اگر اس مسافت مین اُڑکر بھی کھانا پہونچایا جائے تو وہ ٹھنڈا ہو جائیگا

۱؎ معجم البلدان جلد ۲، ص ۸۰، ۲؎ ایضاً ص ۳۶۹،

اور وقت مطلوب سے دیر مین پہونچے گا، البتہ یہ ہوسکتا ہے، کہ کھانا ٹھنڈا ہو اور مقصد یہ ہو کہ کھانے کے اقسام دیر مین پہونچین تاکہ جب ایک قسم کا کھانا کھالیا جائے تو دوسرے قسم کا کھانا حاضر کر دیا جائے[1]،

سکندر کے متعلق عام طور پر مورخین کا بیان ہے کہ اس نے کل ۳۲ برس کی عمر پائی، لیکن اسی عمر مین بہت سے بادشاہون کو مغلوب کیا، بہ کثرت ممالک فتح کئے، یہان تک کہ اقصائے چین تک پہونچ گیا، سد سکندری تعمیر کیا، اور بہت سے اولوالعزمانہ کام کئے لیکن یاقوت کو یہ ایک عجیب اور خلاف عادت بات معلوم ہوتی ہے، اور اس کا خیال ہے کہ مورخین نے اس کی عمر جو ۳۲ سال بتائی ہے وہ اس کی حکومت وجاہ وجلال کا زمانہ ہے، اس کے علاوہ انھون نے اس کی عمر کے سالون کا شمار نہین کیا چنانچہ وہ حسب ذیل وجوہ سے اس خیال کی تائید کرتا ہے،

(۱) سکندر کا سفر ایک فوجی سفر تھا، اور فوجی سفر کے لئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے، کیونکہ فوج کو ہر منزل مین رسد اور چارے کا انتظام کرنا پڑتا ہے، پھر اس کے ساتھ ان لوگون سے مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے جو قلعہ بند ہوجاتے ہین، اور اس مقابلے مین سفر کے علاوہ مزید وقت صرف ہوتا ہے،

(۲) یہ محال ہے کہ بیس سال سے کم کی عمر مین اس کو بڑے بڑے بادشاہون سے مقابلہ کی جرات ہو، ملکی نظام قایم ہوجائے، فوجین جمع ہو جائین، دلون پر اس کا رعب بیٹھ جائے، اس کو ریاست، تجربہ اور حکمت حاصل ہوجائے، ان چیزون کے لئے ایک زمانہ درکار ہے، پھر کس زمانہ مین اس نے دنیا کا سفر کیا، ملکون کی تسخیر کی، دنیا کے ہر گوشہ مین شہر تعمیر کئے، اور وہان اپنے جانشین مقرر کئے،

لیکن پھر اس استبعاد کو اس طرح دور کرتا ہے، کہ

"ہمارے زمانہ یعنی ۶۱۶ھ اور ۶۱۷ھ مین تاتاریون کی غارتگری کا جو سلسلہ شروع ہوا، وہ اگر قایم رہتا تو چند ہی سالون مین، وہ تمام دنیا کے مالک ہو جاتے، کیونکہ وہ سرزمین چین کے ابتدائی حصہ سے

[1] معجم البلدان جلد ۱ صفحہ ۷۸،

نکلے اور تقریباً نصف بلاد اسلامیہ کو تباہ و برباد کر دیا، کیونکہ وہ ماوراء النہر، خراسان، خوارزم، بلاد سجستان، اطراف غزنہ، ہندوستان کے بعض حصے، قومس، ارض جبل، اصفہان، طبرستان، آذربیجان، اران اور ارمنیہ کے بعض حصون پر قابض ہوگئے، اور یہ سب کچھ دو سال سے کم مین ہوا، اور اس سکندر کے واقعہ کی تائید ہوتی ہے"[1]

لیکن اسی کے ساتھ وہ تاتاری غارت گری اور سکندر کی فتوحات مین یہ فرق بتاتا ہے، کہ سکندر جب کسی ملک کو فتح کرتا تھا تو اس کو آباد کرتا تھا، اور وہان اپنا جانشین مقرر کرتا تھا اور اس کے لئے اس زمانے کے علاوہ جو اس کی تباہی و بربادی مین صرف ہوا تھا مزید وقت کی ضرورت ہوتی تھی[2]،

عام خیال ہے کہ مسلمان مورخین مین روایات پر تنقید کا یہ طریقہ علامہ ابن خلدون نے قایم کیا، لیکن یاقوت ابن خلدون سے بہت پہلے گذرا ہے، اس لئے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ابن خلدون نے یہ چالین یاقوت ہی سے سیکھی ہین،

علمی نکتے اس کتاب کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جابجا علماء و فضلاء کے مختصر تذکرے لکھتا ہے، جنمین زیادہ تر محدثین ہوتے ہین، اور اس سلسلے مین علم حدیث کے متعلق ایسی مفید باتین لکھ جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ تک علم حدیث نے کس قدر ترقی کی تھی، اور محدثین کی نگاہین اس فن شریف کے ایک ایک جزئیات پر کس حیثیت سے پڑتی تھین، مثلاً یزدجرد کے تذکرے مین لکھتا ہے کہ

"محمد بن ہبۃ اللہ بن العلاء بن عبد الغفار یزدجردی اسی شہر کی طرف منسوب ہین، ... ابو سعد کہتے ہین کہ سب سے پہلے ان سے میری ملاقات اس طرح ہوئی کہ مین یزدجرد کی جامع مسجد مین کچھ حدیثین لکھ رہا تھا کہ ایک بزرگ جو نہایت پھٹے حال مین تھے آئے اور بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد انھون نے پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ مین نے ان کا جواب دینا پسند نہین کیا، اور دل مین کہا کہ ان کو اس سوال

[1] معجم البلدان جلد اول صفحہ ۲۳۵،

سے کیا مطلب ہے پھر مین نے رکھائی سے جواب دیا کہ "حدیث" انھون نے کہا شاید تم علم حدیث کے طالب علم ہو؟ مین نے کہا ہان، بولے تمھارا مکان کہان ہے؟ مین نے کہا مرو، بولے اہل مرو مین بخاری کس سے کس سے روایت کرتے ہین؟ مین نے کہا عبدان، صدقہ، علی بن حجر اور اس طبقہ کی ایک جماعت سے انھون نے کہا عبدان کا نام کیا ہے؟ مین نے کہا عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ، بولے ان کو عبدان کیون کہتے ہین؟ اب مین رکا تو وہ مسکرائے پھر مین نے ان کو دیکھا اور کہا کہ آپ ہی بیان فرمایئے بولے ابو عبد الرحمان انکی کنیت ہے اور عبد اللہ ان کا نام ہے تو چونکہ ان کی کنیت اور نام دونون مین عبد کا لفظ جمع ہو گیا ہے، اس لئے ان کو عبدان کہتے ہین، مین اس فائدہ سے بہت خوش ہوا[1]"

اسی سلسلہ مین وہ بعض مقامات پر محدثین کی تصنیفات کی فہرست نقل کرتا ہے، جس کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے، کہ محدثین نے اس فن کے متعلق کیسا وسیع اور عظیم الشان سلسلہ قایم کر دیا تھا، مثلاً ابو حاتم محمد بن حبان بستی کی تصنیفات مین چند کتابون کے نام حسب ذیل ہین،

کتاب الصحابہ پانچ جلدون مین، کتاب التابعین بارہ جلدون مین، کتاب اتباع التابعین ۱۵ جلدون مین، کتاب تبع الاتباع ۱۷ جلدون مین، کتاب تباع التباع ۲۰ جلدون مین، کتاب علل اوہام اصحاب التواریخ ۱۰ جلدون مین خاص اہل مدینہ کی حدیثون مین ۱۰ جلدون مین خاص اہل مکہ کی حدیثون مین ۱۰ جلدون مین،

ان کی سب سے اہم کتاب الھدایہ الی علم السنن ہے، جسمین انھون نے علم حدیث اور علم فقہ دونون کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے، پہلے حدیث اور اس کا ترجمہ بیان کرتے ہین پھر یہ لکھتے ہین کہ اس حدیث کو خاص طور پر کس نے بیان کیا، اور وہ کس شہر کی مخصوص حدیث ہے، پھر اس کی سند مین صحابہ سے لیکر ان کے شیخ تک جس قدر نام آئے ہین مع انکی ولادت، وفات، کنیت، قبیلہ، علم و فضل وغیرہ کے ذکر کرتے ہین

[1] معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۱۵۶،

پھر اس حدیث مین جو کچھ فقہ و حکمت ہوتی ہے، اس کو نمایان کرتے ہین، پھر اگر کوئی دوسری حدیث اس کی معارض ہوتی ہے، تو ان دونون مین تطبیق دیتے ہین، ابو حاتم بن حبان نے ان تمام کتابون کو وقف کر دیا تھا لیکن افسوس ہے کہ وہ سب ضایع گئین، اور خود اس ملک کے لوگ علم کے اس قدر قدردان نہ تھے، کہ وہ ان کی متعدد نقلین کرتے، اور آج ان مفید کتابون سے ہمارے کتب خانے مالا مال ہوتے[1]،

وہ علمی نکات کے بیان کرنے کا اس قدر شایق ہے کہ معمولی سے معمولی مقامات کے تذکرے سے بھی اگر کسی علمی بات کو تعلق ہوتا ہے، تو وہ اسکو لازمی طور پر بیان کرتا ہے، مثلاً رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ جب تک پانی کی بو اور ذائقہ مین تبدیلی نہ ہو وہ پاک ہے، اس بنا پر امام شافعیؒ کے نزدیک محض نجاست کے پڑ جانے سے پانی نجس نہین ہوتا، لیکن امام ابو حنیفہ اس کے مخالف ہین، ایک جغرافیہ کی کتاب مین اس فقہی مسئلہ کے ذکر کا کوئی موقع نہ تھا لیکن مدینہ مین ایک مقام بضاعہ تھا، جہان ایک کنوان تھا جس کو بیر بضاعہ کہتے تھے، رسول اللہ صلعم نے اسی کنوین کے پانی کی نسبت یہ ارشاد فرمایا تھا چنانچہ اس تعلق سے بضاعہ کے تذکرے مین اس نے اس مسئلہ کو مع مالہ و ماعلیہ کے ذکر کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم بیر بضاعہ کے پانی سے وضو کرتے تھے جسمین نجاستین پھینکی جاتی تھین، آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہین کرتی، اس لئے آپ نے صرف نجاست کی آمیزش کو پانی کی طہارت کے لئے مضر نہین قرار دیا، جس سے امام ابو حنیفہ کی رائے کی تردید ہوتی ہے لیکن اس حدیث پر دو اعتراض ہوتے ہین، ایک تو یہ کہ بیر بضاعہ ایک بہنے والا پانی تھا اور بہتے ہوئے پانی مین نجاست کا اثر نہین ہوتا، دوسرے یہ کہ جس کنوین کے پانی سے رسول اللہ صلعم وضو کرتے تھے صحابہ اسمین نجاست پھینکنے کی جرات نہین کر سکتے تھے، لیکن انکا جواب یہ ہے کہ بیر بضاعہ کا پانی جاد ساکن تھا بہنے والا نہ تھا، اور صحابہ خود اس مین نجاست نہین پھینکتے تھے، بلکہ وہ ان مقامات کے قریب تھا جہان نجاست پھینکی جاتی تھی، اس لئے ہوا کے ذریعہ سے اڑ کر اس کنوین مین بھی پہونچ جاتی تھی، بہرحال اس کتاب مین اس قسم کی باتین بکثرت ہین، اور جغرافیہ کے علاوہ اس سے بہت سے علوم مین مدد لیجا سکتی ہے،

[1] معجم البلدان جلد دوم صفحہ ۴۷، ۱۷۵،

عمرو خیام کا ایک نادر نسخہ

از

مولوی امتیاز علی خانصاحب عرشی رامپوری

ہر عمل کا رد عمل ہونا ایک طبعی مسئلہ ہے، جو طبعیات کی طرح علمیات اور ادبیات مین بھی جاری ہے، رباعیاتِ عمرو خیام کو یورپ کی مقبولیت کے سبب سے جو شہرت حاصل ہوئی اس کا ردِ عمل اس قدر زبردست ہوا کہ بعض دماغون کو خود خیام کے وجود مین شک پیدا ہو گیا، گو یہ ایک دماغ کی فکری لغزش تھی، جو خیام اور اس کے فلسفہ پر براہِ راست کوئی اثر نہین ڈالتی، لیکن اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے، کہ موجودہ مفکرین خیام سے اکتا چکے ہین، اس لئے اب ان کے سامنے اس کے متعلق کچھ کہنا لاحاصل ہے،

رباعیاتِ خیام کی اصلی تعداد بھی معرضِ بحث مین ہے، اور تا حال یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا، کہ خود اس کا اپنا کلام کتنا ہے، اور غلط انتساب نے اس کے سر کس قدر منڈھ دیا ہے، حال ہی مین ایک جرمن اسکالر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ صرف ۱۳-۱۴ رباعیان خیام کی کہی جا سکتی ہین باقی یا تو مشکوک ہین، اور یا دوسرے شعراء کے دواوین مین پائی جاتی ہین،

خیام نے خود کوئی مجموعہ مرتب نہ کیا، یا کیا تو ناپید ہو گیا، اس لئے اس معمے کے حل کی ظن و قیاس کے سوا کوئی صورت نہین، اور ظن و تخمین کی کم مائگی ظاہر ہے (ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً)

سب سے قدیم نسخہ آٹھوین صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے، جس مین تقریباً ڈھائی سو رباعیان پائی جاتی ہین، جو امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اب ایک ہزار سے بھی زائد طبع ہو چکی ہین،

لیکن یہ فرض کر لینے کے بعد بھی کہ موجودہ منسوب رباعیان خیام ہی کی ہین، ایک دشواری باقی

رہجاتی ہے، وہ یہ کہ موجودہ رباعیون کا متن اس قدر سقیم ہے، جس کے ہوتے بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے، کہ یہ خیام کی زائیدہ تخیل ہین، ہان یہ ہو سکتا ہے، کہ اس کو فلسفی ہونے کے باوجود حسنِ صنعت و تخیل سے بے بہرہ فرض کر لیا جائے، جس کے تصور سے کم از کم مجھے سخت دماغی اذیت ہوتی ہے،

لیکن بحمد اللہ اب یہ مسئلہ ایک حد تک حل ہوتا نظر آتا ہے، مجھے اتفاقاً خیام کی رباعیون کا ایک مجموعہ ملا، جس مین ۳۵۰ رباعیان درج ہین[1]، ان مین سے ۵۰ تو مطبوعہ نسخون مین سرے سے موجود نہین، باقی ۳۰۰ بھی حیرت انگیز حد تک مختلف المتن ہین،

یہ نسخہ آخر سے ناقص ہے، اس لئے زمان و مکانِ کتابت کے متعلق کچھ نہین کہا جا سکتا، لیکن ظاہری حالت سے اندازہ یہ ہوتا ہے، کہ دسوین صدی ہجری کا ہے، کاغذ اور تحریر ایرانی ہے، ترتیب مین ردیف کا لحاظ بالکل نہین کیا گیا ہے، تحریر کتاب نما نہین ہے، بیاض نما ہے، ہر صفحہ مین چار کالم قرار دیئے ہین، جس مین باریک قلم سے تقریباً ۲۰۴-۲۰۵ رباعیان درج ہین، ہر رباعی کے شروع مین اوپر (رباعی) تحریر ہے، شروع کے ۳ صفحے دو اوّن کی عام رسمِ تحریر کے مطابق ہین، مجموعہ کی ابتدا مین یہ عبارت درج ہے :-

"در تاریخِ قدما مسطور است کہ وفاتِ امام الحکما مولانا عمرو خیام نیشاپوری در سنہ سبع عشر و خمس مائتہ بود، او در حکمت یگانہ عالم زمانہ بود، و خواجہ عروضی سمرقندی، کہ از شاگردانِ اوست حکایت میکند کہ در بغداد[2] با امام الحکما مولانا عمر اتفاقِ ملاقات افتاد، در اثنائے سخن می گفت کہ قبر من در موضعے می باشد، کہ بہار از باد شمال ہر سے گل افشان شود، مرا ازان سخن تعجب آمد، کہ گذاف نمی گوید، تا بعد ازان چند گاہے بہ نیشاپور بر سر قبر او رفتم، و آن قبر در کنار باغ افتادہ بود، درختان میوہ دار سر از دیوار باغ بر آوردہ، چندان شگوفہ بر سر قبر او ریختہ بود، کہ قبر در آن میان نمی نمود، و او را رباعی بسیار ست الحکمت آمیختہ"

---

[1] یہ مجموعہ کوئی شایق علم چاہے، تو صاحب مضمون سے خط و کتابت کر کے خرید سکتا ہے، (معارف)

[2] معارف :- یہ غلط ہے، عروضی سمرقندی کی یہ ملاقات بغداد مین نہین، بلکہ بلخ مین ہوئی تھی، (دیکھو چہار مقالہ مطبوعہ یورپ صفحہ ۶۳)

اس مقالہ میں مین نے یہ کوشش کی ہے کہ مطبوعہ رباعیون سے مقابلہ کرکے صرف متن کا اختلاف دکھا دیا جائے، ساتھ ساتھ جس نسخہ کو ترجیح ہے، اس کو بھی بوجوہ ظاہر کیا ہے، اگر اہل علم نے اس اختلاف کو اہمیت دی تو آیندہ غیر مطبوعہ رباعیات پر تفصیلی بحث کرون گا،

مین اس خیال کا ہرگز حامی نہین، کہ جو کچھ رطب و یابس خیام کے نام سے مل جائے، ہم اس کو گرانمایہ گوہر سمجھ کر قبول کرلین، لیکن یہ بھی گوارا نہین کرسکتا، کہ یورپ کی کورانہ تقلید مین، اس کے وجود یا اس کے کلام کے وجود سے انکار کر دیا جائے، اس لئے کہ حق ہمیشہ افراط و تفریط کے درمیان ہوتا ہے،

میرے خیال کے مطابق، اثریات کے ماہرین کا رویہ نہایت اچھا ہی نہیں بلکہ یقیناً اچھے نتائج پیدا کرتا ہے، لیکن شرط یہ ہے، کہ لاادریت نہ پیدا ہو، ورنہ تعمیر تخریب سے بدل جاتی ہے، اور نتیجہ "کاہ برآوردن" بھی نہین نکلتا،

اس مضمون مین مطبوعہ نسخون سے مراد الہ آبادی اور لاہوری نسخے ہین، پہلا مولنا جلال الدین صاحب جعفری نے مرتب کرکے مع ترجمہ شایع کیا ہے، اور دوسرا مولانا نصیر الدین کی تصحیح سے شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور نے چھاپا ہے،

جعفری صاحب کے پیش نظر جہان اور نسخے ہین، وہان ایک نسخہ دہلی اور ایک امرتسر کا خاص طور پر قابل ذکر ہین، مختلف مقامات پر مولانا نے ان کا حوالہ دیکر اختلاف متن تحریر کیا ہے، لاہوری نسخہ کی تصحیح نہ معلوم کن نسخون سے کی گئی ہے، لیکن وہ تصحیح کے بعد بھی اس قدر غلط ہے، کہ خدا کی پناہ، یہان رامپور اسٹیٹ لائبریری مین اتفاق سے خیام کا کوئی قابل اعتنا قلمی نسخہ موجود نہین، نہ یورپ کے مطبوعہ نسخون مین سے کوئی نسخہ ہے، اس لئے تمام مطبوعہ اصلون سے مقابلہ نہ ہوسکا، ممکن ہے، بعض اور اصول سے میرے نسخہ کی تائید ہوتی، آیندہ اگر میری تصحیح سے خیام کے نسخہ کی اشاعت کی نوبت آئی، تو مکمل مقابلہ کرون گا،

مجھے ارباب علم سے قوی امید ہے، کہ وہ خیام کے اس نسخہ کی قدر کرین گے، کیونکہ اس سے اس کی

رباعیات کی حسین شکل نظر آتی ہے، علاوہ ازین غیر مطبوعہ ۵۰ رباعیون پر تحقیق و تنقید کا موقع بھی میسر آتا ہے،

اس مجموعہ مین سب سے پہلی رباعی یہ ہے :-

۱- اے سوختہٗ سوختہٗ سوختنی — وے آتش دوزخ از تو افروختنی
تا کے گوئی، کہ "بر عمر ورحمت کن" — حق را تو کئی بہ رحمت آموختنی ؟

عام نسخون مین، چوتھا مصرع یون ہے، ؎

حق را تو کجا برحمت آموختنی،

۲- از بادۂ لعل، لعل شد گوہر ما، — آمد بفغان ز دست ما، ساغر ما
از بسکہ ہمی خوریم می در سرے — ما در سرے شدیم و مے در سر ما

عام نسخون مین پہلا مصرع اس طرح لکھا ہے، ؎

از بادۂ ناب لعل شد گوہر ما،

لعل درحقیقت ایک بیش قیمت پتھر ہے، چونکہ اس کا رنگ خوشنما سرخ ہوتا ہے، اس لئے شراب کو لعل کہدیتے ہین، عام نسخون کے مطابق مصرع کا مفہوم یہ ہے، کہ "ہماری گھٹی مین شراب پڑی ہے، اس لئے خود پیالہ بھی خدمت کرتے کرتے بہ تنگ آگیا ہے،" اس صورت مین ناب اور لعل بادہ کی دو صفتین ہین،

قلمی نسخہ کا مقصد اس سے جدا ہے، یعنی "بادۂ لعل نے میری سرشت بدل دی،" گوہر، جواہرات کو بھی کہتے ہین، اور اصل و سرشت کو بھی، خیام نے کنایۃً اپنی ذات کو گوہر کہا، گوہر بیشتر سپید رنگ کا ہوتا ہے، شراب عموماً گہری سرخ ہوتی ہے، اس لئے تغیر سرشت، کو بایں الفاظ تعبیر کرتا ہے، کہ "شراب نے میرے موتی کو اپنی تاثیر سے سپید سے سرخ بنا دیا،"

مصرع کی دونون حالتین پرزور ہین، لیکن قلمی نسخہ مرجح ہے،

۳۔ با بط می گفت ماہیٔ، در تب تاب   "باشد کہ بجوئی رفتہ باز آید آب"

بط گفت "چو من قدید گشتم تو کباب   عالم پس مرگِ ما، چہ دریا چہ سراب"

عام نسخون مین تیسرا مصرع یون تحریر ہے، ؎

بط گفت کہ چون من و تو گشتیم کباب،

اور چوتھے مصرع کا آغاز عالم کی جگہ بود سے ہے، بجائے خود شعر درست ہے، بود سے مراد ہستی یا

بالفاظ دیگر عالم ہے، لیکن قلمی نسخہ بہتر ہے،

قدید گوشت کے پارچے جنھین دھوپ مین خشک کرکے رکھ لیتے ہین، اور ضرورت کے وقت تل کر کھاتے

ہین، عام نسخون کے لحاظ سے شعر کی بندش سست ہے، اور کہ بیانیہ اور آز حشو ہے، علاوہ ازین، معنی بھی

کمزور ہے، انشا کی طاقت یہ ہے کہ مختلف اشیاء کے حالات، مختلف الفاظ مین ظاہر کئے جائین، قلمی نسخہ مین قدید

اور کباب دو جدا لفظ استعمال کئے گئے ہین، بود کے مقابلہ مین عالَم بھی صاف اور خوش آیند معلوم

دیتا ہے،

۴۔ در چشم محققان، چہ زیبا وچہ زشت!   منزلگہِ عاشقان، چہ دوزخ، چہ بہشت!

بیداران را، چہ جامہٗ اطلس چہ پلاس!   زیرِ سرِ عاشقان، چہ بالین وچہ خشت!

مطبوعہ نسخون مین تیسرا مصرع یون لکھا ہے، ؎

پوشیدن بیدلان، چہ اطلس چہ پلاس،

لیکن قلمی نسخہ قابل ترجیح ہے، کیونکہ درحقیقت دوسرا شعر پہلے شعر کی مزید توضیح ہے، توضیح اور

تشریح مین مترادف الفاظ استعمال کئے جاتے ہین، محقق اور بیدار، دونون ایک ہی مفہوم کو حائل ہین،

میرے خیال مین چوتھا مصرع بھی درست نہین ہے، بہت ممکن ہے، کہ اس مین تغیر و تبدل ہوا ہو بہتر تو یون

ہوتا ؎ زیرِ سرِ بیدلان، چہ بالین وچہ خشت،

اس لئے کہ بیدل اور عاشق، باہم تشریح کرسکتے ہین،

۵۔ اے مردِ خرد حدیثِ فردا ہوس است   در دہر زدن لافِ سخنہا ہوس است

امروز جہان ہر کہ خردمند کس است   داند کہ ہمہ جہان، ہمین یک نفس است

الہ آبادی نسخہ مین امروز جہان کے بجائے امروز چنین اور ہمین یک نفس کی جگہ چنین یک نفس تحریر ہے

جہان اور چنین سے توزیادہ فرق نہین پیدا ہوتا، لیکن ہمین اور چنین کے تبادلہ سے معنی بہت کمزور ہوجاتے ہین،

قلمی نسخہ معنوی حیثیت سے بلند ہے،

۶۔ تا باز شناختم من این پائے ز دست   این چرخِ فرومایہ مرا دست بہ بست

افسوس کہ در حساب خواہند نہاد   این عمر کہ در صبحِ حسابم بگذشت

مطبوعہ نسخون مین چوتھا مصرع یون ہے، ؎

عمرے کہ مرا بے مےٗ و معشوقہ گذشت،

خیام کے فلسفہ حیات کے مطابق مصرع اسی طرح ہونا چاہئے، قلمی مصرع کا مقصد کچھ اور معلوم

ہوتا ہے،

حساب سے مراد یوم الحساب، یوم الدین، یا بالفاظ دیگر قیامت ہے، دن کے دو حصے کئے گئے ہین، ابتدائی

ٹکڑا صبح اور آخری شام کہلاتا ہے، موجودہ عالم یوم آخرت، یا روز قیامت کا پہلا حصہ ہے، کیون اس لئے

کہ انسان دن کے ابتدائی وقت مین کھاتا ہے، اور شام کو حساب کتاب کرتا ہے، یہان بھی انسان عمل کی

کھیتی کر رہا ہے، وہان کاٹے گا اور وہین اناج سمیٹا جائے گا، "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" خیام فرصتِ عیش کو

طویل دیکھنا پسند کرتا ہے، چند سال کی زندگی، اس کی آرزوون کے لئے بہت کم ہے، اس لئے وہ افسوس کرتا

ہے، کہ یہ عمر، جو صرف دریا مین سے چند قطرے تھے، ہمارے کام نہ آئی، آپ سوال کرین گے، کیون کام نہ

آئی، اس لئے کہ غریب، حساب کتاب درست کرنے مین مشغول رہا، کھٹکا یہ لگا تھا کہ کہین ساری کوشش

رائگان نہ ہو جائے، اس لئے سارا وقت جانچ پڑتال مین ختم ہو گیا، چاہئے تھا کہ یہان رہنے کے واسطے اور مہلت ملتی، مگر ایسا بھی نہ ہوا، اس لئے تاسف ہے،

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مقصد یہ ہو، کہ دنیوی عمر، کوئی فرصتِ عیش و نشاط نہین ہے، کراماً کاتبین کے دفتر کے چند گھنٹے ہین، جسمین وہ ہمارے اعمال لکھتے ہین، قیامت مین انھین پیش کر دین گے، حساب ہمیشہ بعد کو کیا جاتا ہے، اس لئے خیام کو وہ عمر مطلوب ہے، جو دنیا مین بلاحساب گذاری جائے، بعد مین جانچ پڑتال اور کھٹ پڑھت ہوتی رہے گی، وجہ یہ ہے کہ نخیون کے سر پر مسلط رہنے سے انسان مین عیش و عشرت کی جرأت اور حوصلہ نہین رہتا، ہر وقت تو کھٹکا لگا ہے، دادِ نشاط کس طرح دے، اس لئے وہ آرزو کرتا ہے کہ اس وقت کو شمار ہی نہ کیا جائے کہ یہ دنیوی عمر ہے بلکہ انسان کو چند سال ایسے عطا کئے جائین، جنمین قطعاً آزاد ہو کہ درحقیقت وہی زندگی ہے،

۷- عمرِ تو چہ دو چہ صد، چہ سی صد چہ ہزار　　زین کہنہ سرا برون برندت ناچار،
گر بادشہی و گر گدائے بازار،　　این ہر دو بیک نرخ بود آخرکار

مطبوعہ نسخون مین پہلا مصرع اس طرح تحریر ہے، ؎

عمرِ تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار،

چونکہ قلمی نسخہ سے عمر کی کمی و زیادتی دونون مقابلہ مین آجاتی ہین، اس لئے یہ محاورہ کہا جا سکتا ہے اردو مین بھی یہ مفہوم اسی طرح ادا کیا جاتا ہے، جب کبھی کسی شے کی تحقیر یا لغویت ظاہر کرنا ہوتی ہے تو کہتے ہین، کہ تھوڑی ہو یا بہت بے کار ہے، ایسے موقع پر عام قاعدہ یہ ہے کہ کم از کم درجہ سے شروع کر کے، زائد سے زائد کی طرف ترقی کی جاتی ہے، دس سال کی عمر بہت کم ہے، اور ہزار برس کی کافی بڑی، اس لئے قلمی نسخہ مرجح ہے،

۸- سنت بکن و فریضۂ حق مگذار　　وان لقمہ کہ داری ز کسان باز مدار

غیبت مکن و مجو کسے را آزار　　در عہدۂ آن جہان منم، بادہ بیار

قلمی نسخہ مین، پہلے مصرع کے دونون فعل بصیغہ نہی لکھے ہین، "فریضۂ حق مگذار" کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی مقرر کردہ عبادتین ترک نہ کرنا چاہئین، اس صورت مین "مگذار"، "گذاشتن" (ترک کرنا) کی نہی ہے مطبوعہ رباعی مین، بجائے مگذار نہی کے بگذار امر ہے، اس صورت مین اس کا مصدر گذاشتن کی جگہ، گذاردن ہونا چاہئے جس کے معنی ادا کرنا یا بجالانا ہین، بہر تقدیر اس فقرہ کا مفہوم درست ہے، لیکن پہلا فقرہ، سنت بکن، بصیغہ نہی رباعی کے مفہوم سے جدا ہو جاتا ہے، اس رباعی مین تمام نیک کامون کی ترغیب ہے، لیکن سنت سے روکا جا رہا ہے، این چہ اس لئے خیال یہ ہے، کہ بجائے بکن کے مکن میم نہی سے لکھدیا ہے، جو بہت زیادہ ممکن الوقوع ہے،

خیر یہ رباعی مطبوعہ نسخون مین بہت تغیر و تبدل سے تحریر ہے، یعنی،

سستی مکن و فریضۂ حق بگذار　　در عہدۂ آن جہان منم، بادہ بیار
در خونِ کسے و مالِ کس قصد مکن　　وان لقمہ کہ داری ز کسان باز مدار

رباعی کی یہ شکل چند وجوہ سے مرجوح ہے، اولاً تو یہ کہ "در عہدۂ آن جہان منم" الخ رباعی کا نتیجہ ہے اسے آخر مین آنا چاہیے، یہان نہایت بے ربطی سے دوسرے مصرع کی جگہ ٹھونس دیا ہے، دوسرے یہ کہ پہلا مصرع ادھارہ گیا ہے، سنت بکن کی جگہ زبردستی سستی مکن کو دیدی، اور عبادات کے ایک عظیم الشان حصہ کو خارج کر دیا، تیسرے یہ کہ تیسرا مصرع زبردستی بنایا ہے، پورے مصرع کو، "مجو کسے را آزار" کے سامنے رکھو، تل برابر بھی اضافہ نہین، البتہ "غیبت مکن"، سے جو زیادتی ممکن تھی وہ نذارد ہو گئی، قلمی رباعی مین یہ نقائص نہین، اس لئے وہ مرجح ہے،

۹- دی کوزہ گرے بدیدم اندر بازار　　بر تازہ گلے لگد ہمی زد بسیار الخ

مطبوعہ نسخون مین تازہ کی جگہ پارہ، اور "لگد ہمی زد" کی عوض ہمی لگد زد بہ تغیرِ مقام تحریر ہے،

۱۰- ہر روز تو گردشِ این چرخِ کہن — نخلِ طربم برکند از بیخ و زبن،
وین طرفہ کہ نا اہل نوازد آنگہ، — کس نیست کہ گویدش "تہ نیکیست مکن"!

قلمی مجموعہ مین یہ رباعی اسی طرح تحریر ہے، لیکن میرے خیال مین پہلا مصرع اس طرح ہوتا، ے

ہر روز تو گردشے اے چرخ کہن،

سہوِ کاتب سے گردش کی یای وحدت یا تنکیری حذف ہوگئی، اور اے مین نون زائد کردی

تیسرے مصرع مین بجائے نا اہل کے با اہل لکھا ہے، یہ بھی کاتب کی غلطی ہے،

مطبوعہ مجموعون مین رباعی کی صورت یہ ہے:-

۱۲- ہر روز ز گردشِ تو اے چرخِ کہن — نخلِ طربم برکند از بیخ و زبن
وین طرفہ کہ نا اہلِ نواز دانگہ ات — کس نیست کہ گویدش بہ ننگ است مکن

لیکن یہ سقیم ہے، کُنَد متعدی فعل کا فاعل ندارد ہوگیا ہی، پھر دنیا "خر نوازی"، اور اہل ناشناسی کا رونا روتی ہے، لیکن یہان برعکس "خر نا نوازی"، کی شکایت ہے، چونکہ رباعی کے چارون مصرع ایک زنجیر کی متعدد کڑیان ہوتے ہین، اس لئے پہلے شعر کو دوسرے سے ربط دینے کے بعد مفہوم یہ نکلتا ہے کہ عمر خیام نا اہل ہے، اس لئے کہ اب فلک کی عادت یہ ہوگئی ہے، کہ نالائقون کو ستاتا ہے، خیام کا "نخلِ طرب"، اس نے ہزار ہا بار اکھیڑ پھینکا ہے، تو نتیجہ یہی نکلا، کہ وہ نالائق ہے، واعجباہ!

قلمی رباعی ان نقائص سے پاک ہے، اس کا مفہوم یہ ہے، کہ "میرا اور فلک کا معاملہ معاندانہ ہے، جہان ذرا چین سے بیٹھا دیکھا، کوئی فتنہ کھڑا کر دیا، حالانکہ یہی فلک ہے، کہ ہزارون گدھون کو شاہانہ نشوو بخش چکا ہے، کاش کوئی اس سے کہے، کہ ظالم ایسا نہ کیا کر"

شیخے بزنے فاحشہ گفتا مستی! — ہر لحظہ بدستِ دیگرے بدمستی!

گفتا شیخا ہر آنچہ گفتی ہستم — اما تو چنانچہ می نمائی ہستی؟"

الہ آبادی نسخہ مین شیخے کی جگہ شخصے، اور دوسرے مصرع مین بدست الخ کے عوض "دو بدام دیگرے پیوستی،" تحریر ہے،

۱۴- آن مایہ ز دنیا طلبی مایوسی، — معذور اگر در طلبش می کوشی
باقی ہمہ رائگان بہ نزدِ ہشدار — تا عمرِ گران مایہ بدان نہ فروشی

مطبوعہ مجموعہ مین پہلا مصرع یون لکھا ہے، ے

آن مایہ ز دنیا کہ خوری یا نوشی،

یہی درست معلوم ہوتا ہے، "معذور" کے بجائے "معذوری" بیائے خطاب، اور رائگان الخ کی جگہ "رائگان تراز و ہشدار"، ہے،

۱۵- اے چرخ ہمیشہ در بزدی با من، — درمانِ دگر کسی و دردی با من
از صلح چہ ماند کان بکردم با تو، — در جنگ چہ بود کان نکردی با من

مطبوعہ رُباعی مین "از صلح" کی جگہ "در صلح" اور "بکردم با تو" کے عوض "نکردم با تو" بصیغۂ نفی ہے، میرے نزدیک قلمی مصرع بہتر ہے، دونون مصرعے لفظاً اور معنًی باہم متضاد ہین، یہ تضاد تام جب ہی ہو سکتا ہے کہ از، در، ماند، بود، صلح، جنگ بکردم با تو اور نکردی با من سے دونون مصرعے مرکب ہون، رہے معنی، تو وہ دونون حالتون مین جون کے تون رہتے ہین،

۱۶- اے چرخ چہ کردہ ام ترا راست بگوئی — پیوستہ فگندہ مرا در رگ و پوئی،
نانم ندہی تا تبری کو ئی بکوئی — آبم ندہی تا نہ بری آب ز روئی

الہ آبادی نسخہ مین پہلا مصرع اس طرح تحریر ہے ے

اے چرخ چہ کردہ بمن راست بگوئی،

شارح ترجمہ مین کردہ کے بجائے کردہ [illegible] دیتے ہین، اور لکھتے ہین «آسمان پیچ بتا ہین سے تیرا کیا قصور کیا ہے»، غالباً ترجمہ کرتے وقت خود ان کی تصحیح کردہ [illegible] نظر نہ تھی، ورنہ صحیح ترجمہ نہ کرتے، یہ بے مترجانہ بے حواسی، خیر قلمی مصرع صحیح ہی،

۱۷۔ مائیم بہ لطفِ تو، تولا کردہ — وز طاعت و معصیت تبرا کردہ
آنجا کہ عنایتِ تو باشد، باشد — ناکردہ چو کردہ، کردہ چون ناکردہ

مطبوعہ رباعی مین "بہ لطفِ حق" لکھا ہے، "بہ لطفِ تو" مرجح ہے، ورنہ تیسرے مصرع کا خطاب اپنا حسن کھو بیٹھے گا،

۱۸۔ با درد قناعت کن و باداد بزی، — در بندِ فضولی مشو، آزاد بزی،
مگر بہ فزونے ز خود و غصہ مخور — در کم ز خودے نگہ کن و شاد بزی

مطبوعہ مجموعون مین "باداد بزی" کی جگہ «دلشاد بزی» اور «بند فضولی» کے عوض «بند فزونی» لکھا ہے، «دلشاد بزی» سے "باداد بزی" بہتر ہے، «قناعت کن» کا مقصد ہی یہ ہے، کہ جو کچھ میسر آجائے، اسے بخوشی صرف مین لاؤ، "دلشاد بزی" سے کچھ معنوی اضافہ نہین ہوتا، داد عدل و انصاف کو بھی کہتے ہین، عطا و بخشش کا بھی نام ہے، درد بفتح نہین ہے، بضم بمعنی تلچھٹ ہے، مقصد یہ ہے، کہ جو کچھ بھی میسر آجائے، اسے شکر کا سبب شمار کرو، اور تنہا خوری سے بچو، کیونکہ:۔

نیم نانے گر خورد مردِ خدا!
بذلِ درویشان کند نیمِ دگر!

رہے فضولی اور فزونی، تو یہ دونون مترادف ہین، لیکن آیندہ مصرع مین فزونے آرہا ہے، اس لئے فضولی بہتر ہے،

۱۹۔ با من تو ہر انچہ گوئی، از کین گوئی — پیوستہ مرا ملحد و بیدین گوئی،

من خود مقرم بر انچہ ہستم لیکن — انصاف بدہ، ترا رسد کین گوئی؟

مطبوعہ رباعی مین تیسرا مصرع یون لکھا ہے، ؎

من خود مقرم ہر انچہ گوئی ہستم،

قلمی مصرع زیادہ صاف ہے،

۲۰۔ تا در تنِ تست استخوان و رگ و پے — از خانۂ تقدیر منہ بیرون پے،
گردن منہ ار خصم بود رستم زال — «منت مبر» ار دوست بود حاتم طے،

مطبوعہ رباعی مین "منت مکش" ہے، «منت کشیدن» اور «منت بردن» دونون طرح محاورہ ہی،

۲۱۔ از دفترِ عشق می کشادم فالے — ناگاہ ز سوزِ سینہ صاحب حالے
می گفت "خوشا کسے، کہ در خانۂ او — یار لیست چو ماہے و شبے چون سالے"!

الہ آبادی نسخہ مین «دفترِ عشق» کی جگہ «دفترِ عمر» اور «یارے ست» کی جگہ «روز لیست» لکھا ہے، شارح نے ترجمہ مین اسی کو اصل قرار دیا ہے، مگر قوسین مین "یار لیست" کا ترجمہ بھی لکھا ہے، تعجب ہوتا ہے، کس درجہ غلط راستہ اختیار کیا، صرف قلمی رباعی درست ہے، "دفترِ عمر" سے یہان کیا تعلق؟

۲۲۔ در راہِ خرد بجز خرد را مپسند — چون مست ازشیقِ نیک و بد را مپسند
خواہی کہ ہمہ جہان ترا بپسندند — می باش پسندیدہ و خود را مپسند

مطبوعہ مجموعہ مین "چون ہست" اور «می باش بخوشدلی» لکھا ہے، قلمی رباعی لائقِ ترجیح ہے، گو دوسرا مصرع دونون کا برابر وزن رکھتا ہے، لیکن چوتھا مصرع مطبوعہ اچھا نہین، مقصود یہ ہے کہ «کام ایسے ہی کرو کہ دنیا پسند کرے، مگر خود بینی اور خود ستائی سے کوسون دور بھاگو» "خوشدل رہنا" سے یہان کیا سروکار،

۲۳۔ چون حاصلِ آدمی درین خانِ دو در — جز درد و بدل، دادنِ جان نیست دگر

خرم دل آن کہ یک نفس زندہ [illegible] | وآسودہ کسے کہ او نزاد از مادر

مطبوعہ نسخون مین خان دو در کی جگہ، جائے [illegible] اور جزدرو دل وانخ ہے، چوتھے مصرع

مین او نزاد کے عوض، خود نزاد تحریر ہے، خان بمعنی سرائے،

۲۴- در دہر تو کام خویش افراشتہ گیر | وز عمر عزیز بہرہ برداشتہ گیر!

تا در نگری انچہ مراد دل تست | برداشتہ گیر و باز بگذاشتہ گیر!

مطبوعہ رباعی مین چارون مصرعے بہ تغیر تحریر ہین،

از چرخ بکام سر برافراشتہ گیر، | وز عمر تمام بہرہ برداشتہ گیر،

از گنج و گہر ہر چہ مراد دل تست | برداشتہ گیر و باز بگذاشتہ گیر،

قلمی نسخہ مین بہر لکھا ہے، غالبًا وہ کتابت سے رہگئی ہے، توازن مین کسی کو ترجیح نہین،

۲۵- تا کے ز وفا عمر بہ غم در شکنم | این خندۂ می، در دل ساغر شکنم

برخیز و پیالہ راز مے پر گردان | باشد کہ غم جہان بہم در شکنم،

مطبوعہ مجموعہ مین پہلا مصرع اس طرح لکھا ہے، ؎

من گر ورق عمر بغم در شکنم،

سمجھ مین نہین آتا، یہان شرط کا کون محل ہے؟ کیا صرف غم غلط کرنے ہی کے لئے شراب کی ضرورت ہے؟ ادنیٰ سے تغیر سے خیام کا سارا مدعا خبط ہو گیا، وہ وفا کرتے کرتے ہنگ آگر کہتا ہے، کہ "آخر کب تک وفا مین غم کے ہاتھون عمر کو ضایع کرون، ساقیا اٹھ، اور شراب دے، ممکن ہے اسی طرح غم غلط ہو جائے" لیکن رباعی من چہ سرایم وطنبورۂ من چہ سراید کی مصداق نظر آتی ہے،

عیش مایوسی

اور

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ

از سید مقبول حسین صاحب بی اے، احمد پوری

نہ لائی شوخیِ اندیشہ تابِ رنجِ نومیدی | کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنا ہے، (غالب)

ہمارے جذبات جن کی تحلیل عمومًا امید و بیم سے ہوتی ہے، کسی نہ کسی نتیجہ کی طرف گامزن ہین خواہ وہ نتیجہ خوش گوار ہو یا ناگوار، اگر خوش گوار ہوا تو سمجھیے کہ "حصولِ مقصد" یا کامیابی تک رسائی ہوگئی، اگر انجام برعکس ہوا تو ناکامی و مایوسی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، ان دونون متضاد نتائج یعنی کامیابی و ناکامی کے درمیان صرف امید ہی ہماری رہنما ہے، گو راہِ عمل مین امید و بیم بھی روز و شب کی طرح

دنیا کی کروٹین ہین تاریک اور روشن

لیکن چونکہ خوشی و غم کا وجود انسان سے باہر نہین[1] اور ہمارے جذبات مین ہر دو عناصر کا کچھ نہ کچھ حصہ فطرت کی طرف سے بھی ودلیعت ہوا ہے، اس لئے "ناامیدی" مین بھی کوئی نہ کوئی امید ضرور نہان ہوتی ہے جو انتہائے بیم کی تاریکی مین اپنی ٹمٹماتی ہوئی روشنی برقرار رکھتی ہے،

جب ہم سمجھنے لگتے ہین کہ ہم سے زمانہ برگشتہ ہو گیا، جب ہمت قایم نہین رہتی، اور جب ہمارے ہاتھ پاؤن راہِ عمل مین تھک کر شل ہو جاتے ہین، اس وقت، اسی عالمِ حرمان و مایوسی مین امید کا فرشتۂ رحمت تبسم کنان آتا ہے، اور آرزؤن کے پھولون سے ہمارا دامن بھر دیتا ہے، جن کی فرح بخش خوشبو سے قلب و دماغ کو فرحت اور دست و پا کو قوت حاصل ہوتی ہے، ہم پھر ہمت کرکے آگے بڑھتے ہین تاکہ حصولِ آرزو ممکن ہو سکے

---

[1] برکلے کا فلسفہ اس خیال کا شاہد ہے،

یعنی انتہاے رنج وغم اور انتہاے مصیبت مین خوشی کا پہلو کسی نہ کسی طرح نمایان ہو ہی جاتا ہے، بقول غالب

"درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا"

رنج و الم کی بعض کیفیتین انسان مین ایسی بھی ہوتی ہین جن سے اس کو ایک قسم کا اطمینان و سکون ہی نہین بلکہ لطف بھی حاصل ہوتا ہے، وہ اُن الم ناک کیفیتون سے لذت یاب ہو کر "راحت و خوشی" کا ذریعہ ہونے والے اُن نتائج کو بھول جاتا ہے، جن کو حاصل کرنے کے لئے وہ پہلے کوشش کر رہا تھا، یا یون کہئے کہ ایک قسم کی مایوسی سے دوسرے قسم کی آرزو پیدا ہو جاتی ہے، اور امیدون کی نوعیت بالکل تبدیل ہو جاتی ہے، اس لئے ہر ناامیدی کسی نہ کسی امید کا منبع ہے، اور؎

کفِ افسوس ملنا عہدِ تجدیدِ تمنّا ہے

یہی تجدید رنج و راحت مین ایک رشتۂ اتحاد ہے، انسان راحت و آرام کا جویان ہے یہی اس کا مقصد ہے، اور یہی راہِ عمل کی منزل، لیکن اگر بجاے راحت کے تکلیف انجام ہو تو وہ ہاتھ پیر کو توڑ کر میٹھ نہ رہے گا، بلکہ جب تک دم مین دم باقی ہے حصولِ مسرت کے دوسرے ذرایع پر عمل پیرا ہوگا، ایک ماہر علم النفس کا مقولہ[1] ہے:

"خوشی کامیابی سے اسی طرح متحد ہے، جس طرح تکلیف ناکامی و مایوسی سے (صرف فرق اتنا ہے کہ) خوشی حصولِ مسرت کے ذرایع کو قایم رکھتی ہے، اور اُن ذرایع کی ترقی و استقلال کا ذریعہ ہے، (برخلاف اس کے) رنج یا تکلیف مسرت کے ان ذرایع کو جن کے حصول کے لئے ہم راہِ عمل مین گامزن ہین، تہ و بالا کرکے ...... ہمکو دوسرے ذرایع کی طرف رجوع کر دیتی ہے[2]"

اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ "مشکلین اتنی پڑین مجھ پر کہ آسان ہو گئین" یعنی ہم نے حلِ مشکلات کا دوسرا

[1] William Mc Dougall

[2] کتاب: "An Outline of Psychology"

طریقہ اختیار کیا، یہ معلوم کر لینا ہی ایک قسم کا ذریعۂ [illegible] کہ پہلے جس راستے سے چلے تھے وہ غلط تھا، اگر ہماری ہمت بلند ہے، تو مایوسی کا [illegible] دوسری طرف رجوع کر رہا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ انسان راہِ عمل مین اور رنج کا خوگر ہو اور ہمت نہ ہارے، کیونکہ مایوسی بجائے تکلیف کے آسانی اور خوشی کے ذریعہ بھی دکھا سکتی ہے، یعنی اگر ہمت کے ساتھ استقلالِ عمل بھی ہے، تو کوئی کام دشوار نہین، ورنہ ہر کام دشوار ہے، اور عمل ہی سے انسان انسان ہے، ورنہ غیر انسان، سچ ہے، ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا آدمی کو بھی میسّر نہین انسان ہونا

وہ طالب علم علم کا طالب نہین جو ایک ہی مرتبہ کی ناکامی مین ہمت ہار دے، وہ شکست خوردہ سردار سردار نہین جو دوسرے مقابلہ کی کوشش نہ کرے، وہ قوم، قوم کہلانے کی مستحق نہین جس کا دل دائمی امید کا آشیانہ نہ ہو، یعنی جو کوشش و عمل پر کاربند نہ ہو، انسان کو تو راہِ عمل مین ایسا منہمک ہونا چاہئے کہ وہ عمل ہی کو نتیجۂ عمل بھی سمجھنے لگے، یعنی راہِ عمل مین لے؎

"شعورِ غم نہ ہو فکرِ مآلِ کار نہ ہو"

امید کیا ہے؟ وادیِ ایمن مین چمکنے والی روشنی اگر پُر خار صحرا اور برہنہ پائی کا خوف ہے تو پیغمبری کیسی "آگ" بھی نہ ملے گی؛ امید تو خار دار جنگلون اور طوفانی سمندرون کے اس پار ایک "لالہ زار" ہے جہان کوئی پھول ایسا نہ ہوگا، جو باوجود اپنی شگفتگی کے خون گشتہ آرزؤن کا داغ بھی نہ رکھتا ہو، اس لئے ناکامی و کامیابی، فتح و شکست، نامرادی و فیروزمندی غرض ہر قسم کی تکلیف و آرام کا سامنا ہوگا، اگر پہلے پہل آرام ہی مل گیا تو گویا ہم رنج کے خوگر نہ ہوئے اور اگر ہم رنج کے خوگر نہین ہوئے تو راہِ عمل مین آگے بڑھنا ذرا مشکل ہے، کیونکہ صبر و ضبط کی قوت ہم مین نہ ہوگی، کہ ناکامی و نامرادی کا بھی مقابلہ کر سکین،

اس مین شک نہین کہ کامیابی سے ہماری ہمت بڑھ جاتی ہے، مگر وہ انسان کامیاب نہین جس نے ناکامی کے تجربے بھی حاصل نہ کر لئے ہون، جیسے کہ گلِ بے خار موجود نہین، حسرت و یاس تو انسان کے خمیر مین روزِ ازل سے شامل ہین، اور تکالیف کا عنصر تو آرام سے کہین زیادہ ہے، اس لئے اس زندگی مین "ناکامیان"

ماحصل حیات ہین اور یہ کہ :-

"جو عمر رائگان ہے وہی رائگان نہین"

یہی وہ فلسفہ ہے جس کو "افادیات" کی تحت مین "عیش مایوسی" کہنا زیادہ مناسب ہوگا، علم النفس مین "Hedonism" بھی اسی کا ایک پہلو ہے، موخر الذکر[1] نظریہ کے روسے ہر کام خوشی یا خوشی کی آرزو اور رنج سے برگشتگی پر مبنی ہے، اگر امید کا انجام مایوسی ہوا تو اس مایوسی سے برگشتگی کے اسباب بھی پیدا ہو جائین گے، جن کا رجحان خوشی کی طرف ہوگا، اسی بنا پر یورپ کا ایک[2] ماہر علم النفس اپنی ایک کتاب کے شروع مین لکھتا ہے :-

"قدرت نے انسان کو دو زبردست قوتون کے ماتحت پیدا کیا ہے، تکلیف و راحت، یہ دونون قوتین ہمارے قول و فعل کی رہنما ہین .... راستی و ناراستی کا دستور ان سے ایک طرف وابستہ ہے، اور سبب و اسباب کا دوسری طرف، انسان ان کی حکومت سے برگشتہ ہونا چاہتا ہے، مگر فطرةً مجبور ہے، فلسفۂ افادیات کے اصول اس مجبوری کو تسلیم کئے ہوئے ہین، اور عقل و قانون کو ان کا ماتحت سمجھتے ہوئے، ان قوتون کو ہر آسانی کا ذریعہ بھی سمجھتے ہین"

شاید اسی فلسفہ کو مدِ نظر رکھکر غالب نے یہ شعر کہا تھا کہ ؎

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی،

اس مین شک نہین کہ آج کل غالب پر قلم اٹھانا سورج کو چراغ دکھانا ہی نہین، بلکہ "ابتذالِ ادبی" ہے، تاہم اگر کسی حقیقت نہان کا اظہار ہو سکے تو اس کو ظاہر کرنا نامناسب نہین، اگر فلسفۂ اخلاق و علم النفس کی عینک سے دیکھا جائے، تو مرزا صاحب صداقت و ہمت کے مواعظ اشعار مین بیان کرتے ہوئے معلوم

---

[1] یعنی "Psychological Hedonism" [2] "Jeremy Bentham"

کتاب "Principles of Morals and legislation"

ہوتے ہین،
ہون گے، جو عوام کی نظرون مین مرزا کے متضاد انداز[1] بیان کی وجہ سے مبالغہ معلوم

الغرض "عیش مایوسی" کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ مایوسی تجدید آرزو اور تجدید عمل کا ذریعہ ہے، درد کا حد سے گذر کر دوا ہو جانا، اس کے منت کشِ دوا نہ ہونے سے مطمئن رہنا، بجائے زخم تیر کے زخم تیغ کا متمنی ہونا، اور زخم کے بھرنے تک ناخن کے بڑھ آنے سے خوش ہو جانا وغیرہ، متضاد انداز بیان پر دلالت کرتے ہوئے "HED-ONISM" اور فلسفۂ افادیات[2] کی تفسیر ہین، غالب کا کوئی ایسا شعر نہین جس مین اس مفہوم کی جھلک نہ ہو، اور بعض اشعار تو صرف اس مفہوم کا اظہار ہین، مثلاً ؎

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکدان ہونا

امید و بیم کی وجہ سے ہماری خواہشین ہم کو عمل کرنے پر مجبور کرتی ہین، اسی بنا پر زندگی کے مقابلہ مین موت کا ہونا ضروری و لازمی ہے، کیونکہ محض موت کا خیال دنیا مین ہمارے کامون کا محرک ہے، ورنہ ہم چادر دیکھ کر پاؤن پھیلاتے، اور جس قدر فرصت ہوتی اتنا ہی تساہل برتتے، "ورنہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا" سچ ہے اگر تاریکی نہ ہو تو روشنی کا لطف نہین، اگر رات نہ ہو تو دن مین خوبی نہین، اگر گناہ نہ ہون تو بندگی کا دم بھرنا ایک بے معنی گفتگو کرنا ہے، ظلمت و نور، خزان و بہار، رنج و آرام سب ایک دوسرے کی خوبی و خوش اسلوبی کا ذریعہ ہین، اسی وجہ سے ہر کمال کو زوال ہے، اور

"شادی و غم ہین توام دنیا کی انجمن مین"

المختصر مرزا صاحب ناکامی مین کامیابی کے جویان ہین، شکست مین ان کو فتح نظر آتی ہے، رنج و غم سے ان کو خوشی حاصل ہوتی ہے، اور منتہائے مایوسی ان کے نزدیک عیش و عشرت کی منزل ہے، ان کا فلسفہ بالکل استوار ہے، جس مین شک و شبہہ کی گنجایش نہین، ان کے کسی شعر سے تشکیک یا (SCEPTICISM) کا اظہار ہوتا ہوا معلوم نہین ہوتا، اخلاق

---

[1] ملاحظہ ہو "اجتماع ضدین اور غالب"، [2] VTILITERIANISM

وموعظت سے متعلق جو اشعار[1] ہین وہ گویا کسی ضابطہ یا قانون کی دفعات ہین، جنہین نہ کسی قسم کی آرائگی ہے نہ تصنع، نہ "نیچریت" ہے نہ مبالغہ پردازی،

مرزا صاحب کا قول تھا کہ اگرچہ ہماری عمر یعنی حیات دنیوی "برق خرام[2]" ہے، لیکن اس خیال سے اہلِ دل کے "ذوقِ اُمید" اور ہمت والون کی "مشکل پسندی" مین کمی نہین ہو سکتی، یعنی صاحبِ ہمت دنیاوی تکالیف کو خیال مین نہین لاتا، اس زندگی سے بڑھکر بھی سخت وصعب کوئی زندگی ملے تو بھی کچھ غم نہین، جس طرح اس زندگی مین صحرا نوردی کی ہے، دوسری زندگی مین بھی ممکن ہے، اور اس زندگی مین ہر قسم کی تکالیف کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اس لئے، ؎

نہ ہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا

حبابِ موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

اس طرح مرزا صاحب میر صاحب سے ہمت مین سبقت لیجاتے ہین، میر صاحب نے تو صرف یہ کہا تھا کہ "دم لیکر آگے چلینگے[3]"، لیکن مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ "یک بیابان ماندگی" سے نہ تو مین تھک سکتا ہون، نہ میرا شوق کم ہو سکتا ہے، مجھ کو تو حیاتِ دنیوی کی سی سیکڑون "بیابان ماندگیان" بھی ہراسان نہین کر سکتین،

غرض انسان ازل ہی سے تکلیف پسند پیدا کیا گیا ہے، اگرچہ اس کا ہر فعل حصولِ راحت پر مبنی ہے، راہ عمل مین گو وہ خوشی اور عیش وعشرت کا جویان کیون نہ ہو، بغیر تکلیف اٹھائے اس کو آرام کا لطف بھی حاصل نہین ہوتا، اس کی ایک نمایان مثال قرآن پاک مین بنی اسرائیل سے متعلق وہ حکایت ہے

[1] شلاً:

نہ سنو گر برا کہے کوئی — نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی — بخش دو گر خطا کرے کوئی

[2] عمر ہر چند کہ ہے "برق خرام" — دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی، (غالب)

[3] مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے — یعنی آگے چلینگے دم لے کر (میر)

جبکہ انھون نے "من وسلویٰ" پر قانع نہ رہ کر، "بقلہا وقثائہا وفومہا وعدسہا وبصلہا،" کی خواہش کی تھی، اسی لئے ؎

کیون نہ ٹھہرین ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم

آپ اٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے،

اور "عیش مایوسی" کی اس سے بڑھکر کوئی دلیل بھی نہین ہو سکتی، جذبات واحساسات کا بندہ انسان تو سمجھتا ہے کہ مایوسی اور محرومی ہی کسی نہ کسی طرح قسمتون کا فیصلہ کر دیتی ہین، مگر دراصل ہر محرومی سے اور ہر مایوسی وناکامی سے کامیابی وامید کی یہ صدائے سامعہ نواز نہایت دھیمے لہجے مین سنائی دے گی کہ:-

"قرب کی راہون مین، میری راہ اک دوری بھی ہے"

سچ ہے مایوسی وناکامی مین جو "حسن" پنہان ہے، اس کا اندازہ وفورِ جذبات کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے، اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ ؎

نہین معلوم کتنے جلوہ ہائے حسن پنہان ہون

کوئی پہونچا نہین گہرائیون مین اشکِ پیہم کی

عربون کے آلاتِ جہازرانی

مترجمہ

مولوی محمد فاروق صاحب ایم، ایس، سی،

عربون کے فن جہازرانی پر حال مین (۱۹۲۸ء) اسدالبحر ابن ماجد وغیرہ کے عربی رسائل کا جو ضخیم مجموعہ دو جلدون مین پیرس سے شایع ہوا ہے، اُس کی تیسری جلد مین فرانسیسی زبان مین، اُن رسائل پر اور عربون کے فن جہازرانی پر محققانہ تبصرہ ہے، ہمارے ہان فرنچ جاننے والے اہل علم کی جو کمی ہے وہ ظاہر ہے، مگر خوش قسمتی سے اس مین ایک مضمون انگریزی مین بھی ہے، اُس کے ترجمہ کے لئے متعدد اصحاب کو آمادہ کیا، مگر ریاضی اور ہیئت کی اصطلاحات کی دقت کی وجہ سے اس کا ترجمہ مشکل تھا، اس اثنا مین ہمارے دوست مولوی محمد فاروق صاحب دیوانہ ایم ایس، سی سابق معلم ریاضیات مسلم یونیورسٹی دار المصنفین آئے، انھون نے میری فرمایش سے اس کا ترجمہ کرنا شروع کیا، مگر ہنوز اس کا ترجمہ پورا نہ کرنے پائے تھے، کہ اُن کے یہان قیام کے دن پورے ہوگئے، اُن کا وعدہ ہے کہ پھر کبھی اگر وہ اس کی تکمیل کرین گے، مگر دیوانہ کی بات کا اعتبار کیا؟ بہر حال اس مضمون مین خصوصیت کے ساتھ اُن آلات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جو زمانۂ سابق مین عرب جہازرانون مین رائج تھے، یہ مضمون ایک انگریز مسمی جیمز پرنسپ کا لکھا ہوا ہے، اور ۱۸۳۶ء مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رسالہ مین شایع ہوا تھا، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ آج سے سو سال پہلے تک جزایر مالدیپ اور کلکتہ کے درمیان جو تجارت ہوتی تھی وہ عرب جہازرانون کے ہاتھ مین تھی، جس قسم کے آلات یہ جہازران استعمال کرتے تھے اُن مین سے ایک آلہ کا نام "کمال" تھا جسکی مدد سے وہ لوگ عرض البلد دریافت کرتے تھے، یہ ایک نہایت سادہ قسم کا آلہ تھا، اور مضمون نگار نے ذیل مین اس آلہ کی ساخت

اور ازروے حساب اس سے استخراج عرض البلد کے طریقہ سے بحث کی ہے، "معارف"

جب سے عربون کے جہاز جو ہر سال کلکتہ کی بندرگاہ مین آتے ہین، (یہان) آئے ہین مین نے ان آلات کے متعلق جو عرض البلد کی پیمایش مین کام آتے ہین اُن سے متواتر دریافت کیا، اور مجھے توقع تھی کہ بیرن فان ہیمر نے جو ترجمہ "محیط" کا کیا ہے، اس طریقہ پر اسکی کچھ زیادہ وضاحت ہو جائے گی، مین اب تک کامیاب نہین ہو سکا، اس لئے کہ قدیم اور بھدے آلات کی جگہ اب انگریزی آلات ربع اور سدس نے لی ہے؛ البتہ ایک مرتبہ ایک معلم کو جب مین نے اس آلہ کا پتہ دیا تو بظاہر وہ میرا مطلب سمجھ گیا، لیکن وہ اس کی ترکیب ساخت کو نہ سمجھا سکا، اور مجھ سے وعدہ کیا کہ دوسرے سفر مین میرے لئے وہ اس قسم کا آلہ لیتا آئے گا، مین نے جب اس سے "اصبع" کی تقسیم کے متعلق سوال کیا تو اس نے اپنے دونون بازو پھیلا دیئے، اور اپنی انگلیون کو ایک ساتھ افق کے محاذ مین رکھکر ان کے ذریعہ سے قطب کی بلندی کا شمار کرنے لگا، (جس سے مین نے قیاس کیا کہ عرب جہازرانون کا قدیم اور بھدا طریقہ یہی رہا ہو گا،

آخر کار جزائر مالدیپ کے ایک جہاز مین میری ملاقات ایک ہوشیار جہازران سے ہوگئی جو میرے لئے وہ تمام قدیم آلات جنکی مدد سے وہ کلکتہ تک کا سفر کیا کرتا تھا، لے آیا، میری دانست مین چونکہ وہ عام طور پر لوگون کو معلوم نہین ہین، اور یہ بھی ایک امر یقینی ہے کہ وہ (تمام آلات) عربی الاصل ہین، اس لئے مین ذیل مین ان کی توضیح کر دینا ضروری سمجھتا ہون،

شکل نمبر ۱ "کمال" کی ہے، یہ ایک آلہ ہے جس سے قطب اور قطب کے گرد کے (ابدی الظہور) ستارون کا ارتفاع دریافت کیا جاتا ہے، اس کی شکل بالکل سادہ ہے، اس آلہ مین ایک سینگ کا متوازی الاضلاع (مستطیل) ٹکڑا ہے، جس کی لمبائی دو اینچ اور چوڑائی ایک اینچ ہے، اس کے مرکز مین ایک اور کبھی دو ڈوری پہنائے ہوتے ہین، ڈوری مین نو گرہین لگی ہوتی ہین اس آلہ کو قطب تارے کی بلندی ناپنے کے لئے اس طرح استعمال کرتے ہین کہ ڈوری تو دانتون مین لے لیتے ہین اور سینگ

کے ٹکڑے کو آنکھوں سے اتنے فاصلے

افق

شکل نمبر ا کم ال

پر رکھتے ہین، کہ اس کا نیچے کا حصہ اُفق بحری کو مماس کرتا ہوتا ہے، اور بالائی حصہ ستارے کے اوپر آجاتا ہے، اس کے گرہون کو شمار کرتے ہین، اور اسے عرض البلد کی مقدار قرار دیتے ہین، ان گرہون کے لگانے کا طریقہ عجیب وغریب ہے، پہلے سینگ کے ٹکڑے کی لمبائی کے پنجگونہ کو اکائی قرار دیتے ہین، اور اسے بارہ حصون مین تقسیم کردیتے ہین، پھر ان مین سے بقدر چھ حصے کے ڈوری کی لمبائی سینگ سے ناپ کر پہلی گرہ لگاتے ہین، جسے ۱۲ کہتے ہین، دوبارہ اسی اکائی کو گیارہ حصون مین تقسیم کر کے مثل سابق کے سینگ سے بقدر چھ حصہ کے ڈوری کی لمبائی ناپ کر گرہ لگاتے ہین اور اسے ۱۱ کہتے ہین، اسی طرح اکائی کو متواتر دس، نو، آٹھ، سات اور چھ حصون مین تقسیم کرتے جاتے ہین (اور اس مین سے بقدر چھ حصے کے ناپ کر گرہ لگاتے جاتے ہین) یہان تک کہ آخر گرہ سینگ کی لمبائی کے پنجگونہ فاصلہ پر لگتی ہے، اس نقطہ کو ۶ شمار کرتے ہین، اس کے بعد بقدر سینگ کی ایک قطر کے ناپ کر "پانچ" کی گرہ لگاتے ہین، اور اس سے آگے بہ قدر ڈیڑھ قطر کے فاصلہ پر چار کی گرہ لگا کر پیمانے کو ختم کردیتے ہین،

سینگ یعنی قطر ب د کے مرکز سے ان اجزا کی مقدار کی پیمائش ایک آسان بات ہے، یہ اجزا زاویہ ج ب ا کے اظلال معکوس کی نسبت نصف قطر ج ب کے ساتھ یعنی تمام زاویہ ۲، ب، ا کے اظلال مستوی کو ظاہر کرتے ہین لیکن زاویہ ۲ ب ا زاویہ ب ا ج کے برابر ہے جو زاویہ ذ ا ب کا نصف ہے اسلئے یہ اجزا نصف زاویہ ارتفاع کے اظلال مستوی کو بھی

ب ۲ ج ا ا د

شکل نمبر ۲

ظاہر کرتے ہین، ان کی واقعی مقدار کو بہ صورت ارتفاع معلوم کرنے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے، کہ ان کے تناسب عددی کو جو نصف قطر کے ساتھ ہے جدول اظلال کی مدد سے درجون اور دقیقون مین منتقل کرین، اور ہر صورت مین ان کی دگنی مقدار کو عرض البلد قرار دین، سینگ چونکہ نصف قطر ب ج کی دگنی ہے، ہمکو حسب ذیل نتیجہ حاصل ہوتا ہے:۔

شمار (گرہ)	عرض البلد	فرق
۱۲= ۲×۵÷۱۲×۶ = ۵۰۰	۲۴ درجہ ۳۸ دقیقہ	×
۱۱= ۱۰÷۱۱×۶ = ۵۴۵	۲۰ " ۴۶ "	یک درجہ ۵۲ دقیقہ
۱۰= ۱۰÷۱۰×۶ = ۶۰۰	۱۸ " ۵۴ "	۱ " ۵۲ "
۹ = ۱۰÷۹×۶ = ۶۶۶	۱۷ " ۴ "	۱ " ۵۰ "
۸ = ۱۰÷۸×۶ = ۷۵۰	۱۵ " ۱۲ "	۱ " ۵۳ "
۷ = ۱۰÷۷×۶ = ۸۵۷	۱۳ " ۱۸ "	۱ " ۵۳ "
۶ = ۱۰÷۶×۶ = ۱۰۰۰	۱۱ " ۲۴ "	۱ " ۵۴ "
۵ ۲+ = ۱۲۰۰	۹ " ۳۲ "	۱ " ۵۲ "
۴ ۵+ = ۱۵۰۰ = اظلال معکوس نصف زاویہ	۷ " ۳۶ "	۱ " ۵۶ "

(جدول کے) آخر کالم کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اس سادہ طریقہ سے جو سلسلہ موسیقیہ اجزا کا حاصل ہوتا ہے، وہ زاویہ ارتفاع کے قریب قریب مساوی اضافون کے ساتھ منطبق ہو جاتا ہے، اور یہ اضافہ ہر جزو کے مقابلہ مین دو درجہ (زاویہ) سے کچھ کم ہوتا ہے، علاوہ ازین سب سے بڑا عدد یعنی ۱۲ قریب قریب کلکتہ کے عرض البلد یعنی ۲۲ درجہ ۳۸ دقیقہ سے منطبق ہے، جو سب سے زیادہ شمال عرض البلد ہے، جہان تک مالدیپ کے جہاز رانون کو جانے کا اتفاق ہوتا ہے، سب سے چھوٹا عدد یعنی ۴ جزیرہ لنکا کے انتہائی جنوبی حصہ کے یا جزائر مالدیپ کے اوسط

عرض البلد سے منطبق ہوتا ہے،

یہ بات قابل لحاظ ہی کہ اگر اکائی بجاے قطر کے ہیچگونہ کے چھ گونہ تسلیم کیجاتی تو اجزا کا ایک ایسا سلسلہ حاصل ہوتا جو ایک درجہ ۳۰ دقیقہ کے اصبع کے برابر ہو جاتا جسے محیط کی سند کے مطابق پندرھوین صدی کے جہاز ران استعمال کرتے تھے اس سلسلہ کو بغیر بہت زیادہ انحراف کے دونون جانب بڑھایا جاسکتا ہی، مثلاً حسب ذیل ابتدا کی جاسکتی ہی۔

۱۲×۶ ÷ ۱۶ = ۴٫۵۰ ظل ستوی زاویہ	عرض البلد ۲۵ درجہ ۴ دقیقہ	تفاوت ۱ درجہ ۳۲ دقیقہ
۱۵ = ۴۸۰	۲۳ 〃 ۳۲ 〃	۱ 〃 ۳۱ 〃
۱۴ = ۵۱۴	۲۲ 〃 ۱ 〃	۱ 〃 ۳۳ 〃
۱۳ = ۵۵۴	۲۰ 〃 ۲۸ 〃	۱ 〃 ۳۲ 〃
۱۲ = ۶۰۰	۱۸ 〃 ۵۶ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۱۱ = ۶۵۴	۱۷ 〃 ۲۴ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۱۰ = ۷۲۰	۱۵ 〃 ۴۸ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۹ = ۸۰۰	۱۴ 〃 ۱۴ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۸ = ۹۰۰	۱۲ 〃 ۴۰ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۷ = ۱۰۲۹	۱۱ 〃 ۶ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۶ = ۱۲۰۰	۹ 〃 ۳۲ 〃	۱ 〃 ۳۶ 〃
۵ = ۱۴۴۰	۷ 〃 ۵۶ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۴ = ۱۸۰۰	۶ 〃 ۲۲ 〃	۱ 〃 ۳۶ 〃
۳ = ۲۴۰۰	۴ 〃 ۴۶ 〃	۱ 〃 ۳۶ 〃
۲ = ۳۶۰۰	۳ 〃 ۱۰ 〃	۱ 〃 ۳۴ 〃
۱ = ۷۲۰۰	۱ 〃 ۳۶ 〃	۱ 〃 ۳۶ 〃
صفر لامتناہی	صفر	

حیدرآباد دکن مین ایک قابل یادگار علمی ہفتہ

از

محمد فاروق صاحب بی اے معتمد بزم تاریخ کلیہ جامعہ عثمانیہ

حیدر آباد دکن مین ۲۶ راگست سے ۳ ستمبر تک کا ہفتہ ان اصحاب کو جو علوم و فنون کی ترقی مین دلچسپی لیتے ہین، ہمیشہ یاد رہے گا، یون تو جامعہ عثمانیہ کے قیام کی بدولت سلطنت ابد مدت مین ویسے ہی علمی چہل پہل نظر آتی ہے، لیکن اسمین عوام الناس کے مذاق علمی مین اضافہ کرنے کی سہولتین نسبتہً کم ہین، اور علمی چرچے اکثر و بیشتر علمی دائرون تک محدود رہتے ہین، کلیہ جامعہ عثمانیہ مین ۱۰ سال سے ایک بزم تاریخ قائم ہے، جو نہایت خاموشی کے ساتھ، طلباے کلیہ مین تاریخی ذوق پیدا کرنے اور اسے مستحکم کرنے مین ممد رہی ہے، یہ بزم اس قدر خاموشی کے ساتھ دس سال تک کام کرتی رہی، کہ بہت سے اصحاب کو اس کے وجود کا علم بھی نہین ہوا تھا، چنانچہ اس کے دوران قیام مین جو مضامین پڑھے گئے، ان مین سے چیدہ چیدہ مضامین جب ایک رسالہ کی شکل مین سنہ ۱۳۳۶ف اور دوسرے رسالے کی شکل مین سنہ ۱۳۳۹ف مین شایع ہوئے تو علم دوست اصحاب نے تعجب اور مسرت کے ساتھ بزم تاریخ اور ان "خزینہ ہاے تاریخ" کا خیر مقدم کیا، امسال جب بزم کی زندگی کے پہلے دس سال بحسن و خوبی ختم ہوئے، تو قدر دانون کی اس مہربانی سے متاثر ہو کر کابینۂ بزم نے جس مین کلیہ جامعہ عثمانیہ کے جملہ معلمین تاریخ اور طلباے تاریخ مین سے دس منتخب اراکین شامل ہین، یہ طے کر لیا کہ بزم کی دسوین سالگرہ اس نوع سے منائی جائے کہ اس سے نہ صرف ارکان کلیہ استفادہ کرین بلکہ ایک طرف تو اس کے ذریعہ سے جامعہ عثمانیہ کی آواز دور دور تک پہونچ جائے، اور دوسری طرف ان علمی کارنامون سے عوام بھی بہرہ اندوز ہو سکین،

انھین امور سے متاثر ہو کر اس سالگرہ کو نسبتہً بڑے پیمانہ پر منانے کا تصفیہ کیا گیا اور اس کے لئے جلد سے جلد کام شروع کر دیا گیا، اور جو کامیابی اراکین بزم کو حاصل ہوئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک مین علمی فضا کو قبول کرنے کی کس درجہ استعداد و صلاحیت موجود ہے، بمشکل سے ہندوستان کا کوئی ایسا صوبہ ہوگا جہان کے وقیع ترین علماے تاریخ نے اسے خوش آمدید نہ کہا ہو، اور اس کی خدمت قبول کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کی ہو، چنانچہ جو مضامین بزم کو حاصل ہوئے (جنکی تفصیل آگے درج ہے) وہ تقریبًا ہر ایک صوبہ کے معلمین تاریخ کی طرف سے تھے، نہ صرف یہ بلکہ بزم تاریخ کے صدر ناظم جناب پروفیسر ہارون خان صاحب شروانی کی خواہش پر انگلستان کی جامعہ برسٹل کے صدر معلم تاریخ پروفیسر ہوڈنے بھی (جو آج کل جامعہ مجی گن ممالک متحدہ امریکہ مین چندماہ کے لئے لکچر دینے پر مامور ہین) اپنا ایک مضمون بزم تاریخ مین پڑھنے کے لئے روانہ کیا، مختلف اطراف ملک سے و نیز انگلستان سے جن علمانے سالگرہ کو خوش آمدید کہا، ان کے الفاظ کا اعادہ اس تذکرہ کو طویل کر دے گا، لیکن محض ان کے نامون کے شمار ہی سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ بزم کی اور اس کے ذریعہ سے جامعہ عثمانیہ کی آواز کہان کہان تک پہونچی ہے؛ منجملہ دیگر اصحاب کے جنھون نے مہربانی آمیز الفاظ سے کارکنان بزم کو مستفید کیا ہے مفصلہ ذیل ہین،

(۱) پروفیسر آر لین پول صاحب ماڈلین کالج آکسفورڈ

(برادر مسٹر اسٹانلی، لین پول)

(۲) راؤ بہادر ڈاکٹر کرشنا سوامی اینگار صاحب مدراس،

(۳) ڈاکٹر بینی پرشاد صاحب الہ آباد

(۴) ڈاکٹر تارا چند صاحب الہ آباد

(۵) پروفیسر محمد حلیم صاحب علی گڈھ

(۶) جناب مولوی غلام یزدانی صاحب حیدر آباد

اس علمی ہفتہ کا آغاز اشیاے تاریخی کی اس نمایش کے افتتاح سے ہوا، جو بزم نے منعقد کی تھی؛ اس موقع پر جناب پروفیسر ہارون خان شروانی صدر ناظم بزم کی دہ سالہ روداد کارگذاری کو سنکر صدر جلسہ نواب ڈاکٹر سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فنانس و میر شعبہ فنون جامعہ عثمانیہ نے ایک بسیط اور پر مغز تقریر کی جس مین انھون نے کارکنان بزم کو ان کے خاموش اور ٹھوس کام پر مبارکباد دی اور ازراہ عنایت اشارةً دو طریقے بتائے جن کے ذریعہ سے بزم آئندہ اپنے مفید کام کو جاری رکھ سکتی ہے،

نمائش اشیاے تاریخی حیدرآباد دکن مین تقریبًا لاثانی تھی، اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ان بیش بہا تاریخی خزانون مین سے جو حیدرآباد مین بکھرے ہوئے ہین بعض چیدہ چیدہ اشیا یکجا کر دی گئی تھین، جن لوگون نے اس نمائش کو دیکھا، ان مین سے شاید ہی کوئی ہو جو ان اشیا کی قدر و قیمت، ان کی حسن ترتیب اور یکجائی کا معترف نہ ہوا ہو، ان مین تاریخی کتابون کے قلمی نسخے شہنشاہان دہلی، سرکار آصفیہ خاندان والاجاہی، نواب فتح علی خان عرف ٹیپو سلطان، گورنر جنرلان ہند مین سے بعض کے فرامین بعض کے خطوط، و دیگر تحریرین، قدیم ہتھیار، نایاب بیدری سامان، ایران و بخارا، مغلون، راجپوتون اور مرہٹون کے زمانہ کی تصاویر، دہلی سلطنت بہمنیہ و بیجا نگر، بنی امیہ و بنی عباس کے سکے، غرض مشکل سے کوئی ایسا تاریخی ماخذ ہوگا، جس کی قائم مقام اشیا اس نمائش مین دکھائی نہ گئی ہون حقیقت یہ ہے کہ اس نمائش کے انعقاد اور کامیابی کا باعث ایک طرف اراکین بزم کی تگ و دو اور دوسرے ان علم دوست اصحاب کی مہربانی ہے، جنھون نے ازراہ کرم اپنے بیش بہا ذخیرون مین سے چند چیزین بزم کے حوالہ کر دین، ساتھ سرکار عالی کے ارباب محکمہ آثار قدیمہ نے نہایت کھلے دل سے نمائش کے ساتھ تعاون کیا، علاوہ ازین نواب ڈاکٹر سر حیدر نواز جنگ بہادر، مولوی سید محمد مہدی صاحب معتمد باب حکومت، ناظم صاحب دفتر دیوانی، پروفیسر ہنت راؤ، پروفیسر آغا محمد علی صاحب، پروفیسر آغا حیدر حسین صاحب

ڈاکٹر محمد قاسم صاحب سابق سمیات، مولوی محمد غوث صاحب ایم اے، ال، ال، بی، (عثمانیہ) مولوی حمید قیصر اصاحب ایم اے، ال، ال، بی، (عثمانیہ) کے نام قابلِ ذکر ہین جنھون نے نمایش کے لئے مختلف ذخیرے عطا فرماکر کارکنون کی ہمت افزائی کی، یہ امر بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ یہ نمایش ایک دن تین گھنٹے کے لئے خواتین کے معاینہ کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی، چنانچہ اس روز حیدرآباد کی کم و بیش چار سو خواتین نے نمایش کی سیر کی، اور اس سے مستفید ہوئین،

نمایش کے علاوہ مسلسل کئی روز علمی جلسہ ہوتے رہے، جن کی صدارت یکے بعد دیگرے، مولوی عبدالرحمن خانصاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ، نواب ڈاکٹر سرامین جنگ بہادر، ام اے، پی، ایل، ڈی، صدر المہام پیشی مبارک نواب جیون یار جنگ بہادر، ام اے، (کنٹب) رکن عدالت العالیہ اور نواب اکبر یار جنگ بہادر معتمد تعلیمات و امور عامہ نے کی،

ان جلسون مین منفصلہ ذیل مضامین پڑھے گئے،

(۱) پروفیسر محمد حبیب صاحب (علی گڈھ) "ابو ریحان البیرونی"

(۲) پروفیسر موونٹ صاحب (برسٹل ذمجی گن) "عہد نامۂ برلن کے بعد یورپ کی سیاسی کیفیت"

(۳) راؤ بہادر ڈاکٹر کرشنا سوامی، "اینگار آخری تاجدار گولکنڈہ کے برہمن وزراء"

(۴) پروفیسر ہنمنت راؤ (نظام کالج) "تاریخِ دکن کے مختلف پہلو"

(۵) مولوی عبداللہ صاحب چغتائی (اسلامیہ کالج لاہور) "روضہ ممتاز محل کے تعمیر کار"

(۶) پروفیسر ہارون خانصاحب شیروانی "خواجہ نظام الملک طوسی کے اصول حکومت"

ایک خصوصیت ان علمی جلسون کی یہ تھی کہ ہر جلسہ کے محترم صدر نے عنوانات کی مناسبت سے مقالے پڑھے یا تقریرین کین، مولوی محمد عبدالرحمن خان صاحب نے البیرونی کی ذات پر تبصرہ کے تحت تاریخ کو غیر جانبدارانہ اصول پر تحریر کرنے اور اس بارہ مین یوروپی مورخین کے اصول و طرزِ عمل پر بہت مدلل بحث کی، نواب سرامین جنگ بہادر نے اکنا و ملمدنا وزراے گولکنڈہ کی بابت ایک دلچسپ تحریر پڑھی،

جسمین بارہ محل گوڑہ کی نسبت جو پرانی روایات بیان کی گئین، جن سے ان وزراے گولکنڈہ کی بابت بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہین، نواب جیون یار جنگ نے بھی روضہ تاج محل کے تعمیر کار کی جو بحث ہوتی رہتی ہے اس کی نسبت ایک تحریر بزم کے حوالہ کی، نواب اکبر یار جنگ بہادر نے نظام الملک طوسی کے اصول حکومت کے سلسلہ مین بادشاہ کے فرامین اور اصول عدل کی بابت دلچسپ تبصرہ کیا،

ان علمی مباحث کے بعد ۳۰ راگست کو نواب عزیز یار جنگ بہادر کی صدارت مین ایک مشاعرہ منعقد ہوا جسمین تاریخی مضامین پر دلچسپ نظمین پڑھی گئین جنمین سے بعض کے موضوع حسبِ ذیل تھے، "علم تاریخ کی اہمیت" "حکیم سقراط" "شیواجی" "جنگ پانی پت" "سرزمین بیدر" "چاند بی بی" "گولکنڈہ"

اس قابلِ یادگار تاریخی ہفتہ کا جس کا دکن کے علمی حلقون مین مدت دراز تک چرچا رہے گا، اختتام اس عصرانہ پر ہوا، جو اس کے ہمہ تن مستعد صدر ناظم پروفیسر ہارون خان شروانی صدر شعبۂ تاریخ جامعہ عثمانیہ نے تاریخ ۳ ستمبر ان جملہ علم دوست اصحاب کو اور کارکنان بزم کو دیا تھا کہ جنھون نے کسی نہ کسی طرح سے اس سالگرہ کو کامیاب بنانے مین مدد دی تھی، یہ عصرانہ انجمن جامعہ عثمانیہ کی عمارت مین ترتیب دیا گیا تھا، اور اسمین منجملہ دیگر اصحاب کے نواب اکبر سر حیدر نواز جنگ بہادر، نواب ڈاکٹر سرامین جنگ بہادر، نواب جیون یار جنگ بہادر، نواب اکبر یار جنگ بہادر، نواب ناظر یار جنگ بہادر، خان بہادر مولوی مسعود الزمان صاحب، علامہ اسد الخیری صاحب، مولوی عبدالرحمن خانصاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ، مس آمنہ پوپ صاحبہ صدر کلیہ نسوان، مولوی حمید احمد انصاری صاحب مجلس جامعہ، میجر امیر سلطان صاحب نائب کوتوال، مولوی حمید احمد صاحب صدر بزم اور دوسرے علم دوست حضرات نے شرکت کر کے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیا،

نواب ڈاکٹر امین جنگ بہادر نے یہ عنایت مزید کی کہ کارکنان بزم کو اپنے ہان بارہ محل گوڑہ مین عصرانہ پر مدعو کیا، تاکہ وہان کے تاریخی باقیات کا معائنہ کرین،

فہرست اشیاے نمایش مرتب کر لیگئی ہے، اور مضامین کیساتھ عنقریب علمی دنیا مین بذریعہ خزینۂ تاریخ پیش کیجائیگی،[1]

[1] خزینہ کے دو شمارے شایع ہو چکے ہین جو مبلغ عہ فی شمارے کے عوض دفتر بزم سے حاصل ہو سکتے ہین، تیسرا شمارہ سالگرہ نمبر نکلے گا،

ملا سعد پٹنوی

از

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی

ملا صاحب کی تین تصنیفین ترتیب فہرست کتابخانہ کے ضمن مین نظر سے گذرین، تینون مثنوی مولانا روم کے متعلق ہین،

(۱) باغ گلبن، تاریخی نام، سنہ [illegible]ھ کی تصنیف مثنوی شریف کا انتخاب "مشتمل بر داستان چند" یہ نسخہ سنہ [illegible]ھ کا لکھا ہوا ہے، شاہی کتابخانہ اودھ مین رہ چکا ہے، نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ اور امجد علی شاہ کے مہرین ثبت ہین،

(۲) شرح ششم دفتر مثنوی کے خطبات کا فارسی ترجمہ، سنہ [illegible]ھ کا لکھا ہوا،

(۳) شرح مختصر و فرہنگ لغات مثنوی، ۱۳۶ ورق مورخہ سنہ [illegible]ھ کاتب و مالک میر عبد القادر ابن میر محمد مراد ابن سید نور محمد الحسینی الرضوی الکردیزی الوری،

فرزندان بہار مین سے کوئی صاحب ملا صاحب کے حالات پر روشنی ڈالین تو

چشم ما روشن دلِ ما شاد،

تلخیص و تبصرہ

حضرت ابراہیم کا شہر اُور

علماء کا خیال ہے کہ آٹھ ہزار برس مین خلیج فارس کا پانی اس قدر خشک ہو گیا کہ اُس کے آس پاس کے باشندے ان سر سبز و شاداب شہرون مین داخل ہونے اور زراعت کے ذریعہ سے اس کی سرسبزی سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو گئے، چنانچہ کتاب پیدائش کی پہلی فصل کی نوین آیت مین ہے "خدا نے کہا کہ پانی آسمان کے نیچے ایک مقام پر جمع ہو جائے، اور خشکی ظاہر ہو" اور خدا نے کہا کہ "زمین سبزہ اور بیج والی ترکاری اور ایسے درخت اگائے جو پھلدار ہون، اور وہ اپنے ہی جیسے پھل پیدا کرین" عراقین کے جنوب سے پانی کے ہٹ جانے سے خشکی کے پیدا ہونے اور پھر اُس کے سرسبز کھیت بن جانے سے جو صورت پیدا ہوتی ہے اُس کتاب پیدائش کے واضع کی یہ قایم کردہ شکل بالکل منطبق ہو جاتی ہے،

خرافات قدیمہ سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہمتدن شہر اور اسی نئی زمین پر آباد ہوا، بلکہ اہل بابل نے تخلیق عالم کا جو نظام قایم کیا ہے، اس کے رو سے یہ شہر آفرینش عالم کے تھوڑے ہی دنون بعد پیدا ہوا کیونکہ ان کے نزدیک آفرینش عالم سے بلاد بابل کی تخلیق مراد ہے، اس کے ساتھ شہر اور پہلا شہر ہے، جسمین طوفان کے بعد سلطنت قایم ہوئی، جس پر یہ شہر فخر کر سکتا ہے،

جدید اثری مباحث بھی ان قدیم تاریخی شہادتون کی تائید کرتے ہین، کیونکہ ان مباحث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ شہر اور ایک جزیرہ کے دلدل مین آباد کیا گیا تھا،

ان جدید اور سر سبز مقامات مین جو قوم آکر آباد ہوئی وہ نہایت ذہین تھی، اور اسی کی ذہانت سے

شہر اور آباد ہوا، اور ایک چھوٹے سے گاؤن سے ترقی کرکے ایک ایسا دولت مند شہر ہوگیا کہ دنیاے قدیم کے پاے تختون مین سے کوئی شہر اس کے مقابلے مین تقدم کا دعویٰ نہین کرسکتا،

اس قوم کا نام شمری یا سومری تھا، جو اگرچہ سب سے پہلے اس مقام پر آباد نہین ہوئی تھی، تاہم اور قومون سے پہلے اسی نے فن کتابت اور صنعت معدنی کا اکتشاف کیا، اور سب سے پہلے اپنی ذہانت سے زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھایا، اسی نے ان مقامات مین سب سے پہلے شہر آباد کئے، ان مقامات مین تنظیم پیدا کی، اور اپنے ہمسایون کو فن تحریر، فن حجر اور فن معدنیات کی تعلیم دی، اور فرات کے پانی سے آبپاشی کے لئے نہرین نکالین، غرض اس سرزمین مین رفتہ رفتہ جو تغیرات ہوئے انکا سلسلہ اسطرح قایم ہوا کہ پہلے سمندر کا پانی خشک ہوا تو دلدل کی صورت مین خشکی نمودار ہوئی، پھر یہ دلدل نرم اور خشک زمین ہوکر کھیت بن گیا، جس کو شمری قوم کی ذہانت نے ہر قسم کی پیداوار کے قابل بنالیا، اور وہان ایک عظیم الشان شہنشاہی قایم ہوگئی،

سات سال پیشتر اس شمری قوم سے صرف علمار کا ایک چھوٹا سا گروہ واقف تھا، جس نے ان کے خطوط کے حل کرنے پر اپنی زندگی وقف کردی تھی، لیکن آج ہر تعلیم یافتہ شخص اُس کے نام سے واقف ہے، باینہمہ اُن کی تمدنی تحقیقات ابھی تک اپنے پہلے مرحلے سے آگے نہین بڑھی ہے، انگریزی اور امریکن قوم نے مسٹر وولی کی سرگردگی مین صرف کثیر سے اس قدیم شہر کے کھنڈرون کی تحقیقات کے لئے اہل علم کی ایک جماعت سنہ ۱۹۲۲ء مین روانہ کی اور اس نے نہایت عجیب وغریب آثار کا سراغ لگایا، جو حسن و جمال اور تاریخی حیثیت سے تمدن قدیم کے آثار مین نہایت اعلیٰ درجہ رکھتے ہین،

سنہ ۱۸۵۴ء مین مسٹر ٹیلر نے جو بصرہ مین انگلستان کے قنصل تھے، شہر اُور کے جغرافیانہ مواقع کی تعیین کی، کیونکہ ان کو چکنی مٹی کی چند تختیان ملین جن پر بعض اُن واقعات کے حالات منقوش تھے جو شہر اُور مین سنہ [illegible] مین پیش آئے تھے جبکہ اس کا ایک قدیم بادشاہ اپنے تخت کی طرف برج زجورات مین واپس آیا تھا، جو لوگ اصل حقیقت سے باخبر تھے، انھون نے اس اکتشاف کی زیادہ قدر کی لیکن تورات کے پڑھنے

والون کو جب معلوم ہوا کہ اس شہر کا جو موقع مسٹر ٹیلر نے متعین کیا ہے، وہ بعینہ کلدانیون کے اُور یعنی ابراہیم خلیل اللہ کے شہر کا موقع ہے، تو وہ حیرت مین پڑ گئے، اور اس طریقہ سے یہ ثابت ہوگیا کہ بطریق کی یہودی کبیر کا شہر صرف خیالی شہر نہ تھا، بلکہ تمدن قدیم کے سب سے بڑے پاے تخت کے مقابلے مین ایک شہر تھا، یہودیون اور عیسائیون کے نزدیک شہر اُور کی تین خصوصیتین ہین، یعنی آفرینش عالم، طوفان ابراہیم خلیل اللہ، اور جدید مباحث سے بھی ان قدیم مسائل پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، لیکن یہ بحث اُور کی ابتدائی بنیاد سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے ہم پہلے اس کی ترقی پھر اس کے زوال و فنا پر نگاہ ڈالتے ہین،

اس سلسلہ مین سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ ایک ایسا شہر جو دنیاے قدیم مین یہ حیثیت رکھتا تھا، اور اس کے متعلق قومون کے یہ خیالات تھے، دو ہزار برس تک کیونکر گمنام رہا؟ سب سے اخیر مین اُور کا ذکر، قرن ثانی ق م کے انشا پردازون مین ایک غیر مشہور انشا پرداز نے جس کا نام یوپولیمس تھا کیا ہے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریخ کے بعد شہر کا موقع بے نام و نشان ہوگیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ سمندر کے پانی کے خشک ہوجانے کے بعد نہر فرات کا جو کیچڑ میدان کی صورت مین پھیل گیا تھا، اسی مین یہ شہر آباد ہوا تھا، لیکن بڑی بڑی نہرون کا یہ حال ہے، کہ ان کا مدوجزر آج جس چیز کو آباد کرتا ہے، کل اسی کو برباد بھی کردیتا ہے، اور عراقین کی گذشتہ پانچ ہزار سال کی تاریخ سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے، کہ وہان جو سلطنتین قایم ہوئین ان کی بنیاد تمام تر وہان کے نظام آبپاشی پر قایم ہوئی اور اس سلسلے مین جو مشکلات قدیم سلطنتون کو پیش آتی رہین، وہی آج برطانیہ عظمیٰ کو بھی پیش آرہی ہین، شہر اُور بھی اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہ تھا، چنانچہ گذشتہ زمانہ مین اس کا موقع فرات کے مشرقی کنارے سے پانچ میل دور تھا، لیکن وہ اب اس کے مغربی کنارے سے پانچ میل دور ہے، اس لئے پانچ ہزار برس مین نہر کے بہنے کی جگہ جس پر زراعت و تجارت کا دارمدار تھا، مغرب سے مشرق کی طرف دس میل ہٹ آئی ہے، نہایت قدیم زمانے سے اس شہر کا نظام آبپاشی نہایت دقیق و پیچیدہ تھا، جس کے تحفظ کے لئے

نہایت سخت نگرانی اور انتظام کی ضرورت تھی، لیکن جب شہر کا نظام خراب ہوا تو آبپاشی کا نظام بھی خراب ہوگیا، اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ پانچوین صدی قبل مسیح کے آغاز مین یہان مطلق العنانی پیدا ہوگئی تھی، اور حکام اس نہر کی حفاظت سے بے پروا ہو گئے تھے، اس لئے اوبر مین صرف چند لوگ رہ گئے جو نہایت تنگدستی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اور اخیر مین یہ لوگ بھی مرگئے، یا تلاش معاش مین بھاگ نکلے اور اوبر ایک بنجر ملک ہوکر رہ گیا، جس مین کوئی ذی روح شخص قیام نہین کرسکتا، کیونکہ گرمیون کے زمانے مین وہان ریگستانی آندھیان ہر ہفتے مین پانچ دن چلتی ہین، اور نرم بالو کے ذرون کو نہایت شدت کے ساتھ اڑاتی ہین، یہان تک کہ بعض اوقات تو یہ ذرے کان اور منہ کو بھی زخمی کر دیتے ہین، آدمی کو سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے، اور تمام چیزین تاریکی کے پردے مین چھپ جاتی ہین، یہان تک کہ آدمی کو اپنا ہاتھ بھی نظر نہین آتا،

عربی زبان کے بعض قدیم خرافات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ریگستانی آندھی نے قوم عاد کے شہر کو برباد کر دیا، لیکن اوبر کی ریگستانی آندھی سے ثابت ہوتا ہے، کہ اس مین بہت کچھ حقیقت کی آمیزش بھی ہے، کیونکہ یہان خریف کے زمانہ مین ان مقفل گھرون کی صفائی مین جن مین ریگ کے ذرے چھوٹے چھوٹے سوراخون کے اندر سے داخل ہو جاتے ہین، تین دن صرف ہوتے ہین، اور بسا اوقات بعض اطراف مین یہ ذرے گھر کے خارجی حصے یہان تک کہ اس کی چھت کو بھی ڈھانک لیتے ہین، یہی وجہ ہے کہ اوبر کے کھنڈر اب تک باقی رہ گئے، اور مصر و شام بلکہ خود عراق کے شہرون کے قدیم کھنڈرون کی طرح برباد نہین ہوئے،

اس شہر کے تاریخ کی تعیین سنہ [illegible] اور سنہ [illegible] قبل مسیح کے درمیان کی جاسکتی ہے، اور یہی آثار اور کھنڈر اس کی دلیل ہین، اور قدیم تحریرون وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے،

"ع"

پروٹسٹنٹ مذہب اور سرمایہ داری

گذشتہ تیس سال سے جرمنی مین "سرمایہ داری" کی اصل اور اس کے معنی کے متعلق بحث چلی آرہی ہے، اس بحث نے یورپ کے اور ممالک کی توجہ بھی اپنی طرف مبذول کرلی ہے، اور حال مین امریکہ بھی اسمین شریک ہوگیا ہے، جرمنی کے ایک مصنف میکس ویبر (MAX WEBER) نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی ہے، جو اول اول سنہ ۱۹۰۵ء مین شایع ہوئی اور پھر کچھ اضافہ کے ساتھ سنہ ۱۹۲۰ء مین طبع ہوئی، اسی سال ویبر کا انتقال بھی ہوا، اس کتاب کا ترجمہ امریکہ کے ایک فاضل مسٹر ٹالکوٹ پارسنس (TALCOT PARSONS) نے شایع کیا ہے،

"سرمایہ داری" کے اصل مفہوم کے متعلق جرمن مصنفین کے جو متعدد اور مختلف خیالات سنہ ۱۹۰۵ء کے بعد ظاہر ہوئے ہین، انھین دیکھتے ہوئے ویبر نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اس لفظ کے معنی واضح کر دیئے جائین، اسی لئے وہ اپنی کتاب کے دیباچہ مین کسی قدر طوالت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ "سرمایہ داری" (CAPITALISM) اور "سرمایہ دارانہ" (CAPITALISTIC) سے اس کی کیا مراد ہے، نفع یا روپیہ کی خواہش کو خواہ یہ غیر محدود ہی کیون نہ ہو، وہ سرمایہ داری کے مفہوم سے خارج سمجھتا ہے، اس کا خیال ہے کہ اِس خواہش کو "فی نفسہ سرمایہ داری سے کوئی تعلق نہین"، یہ خواہش تو تمام نوع انسان کی ایک مشترک صفت ہے، جو چیز مغرب اور ہمارے زمانہ کے لئے مخصوص ہے، وہ مزدور پیشہ جماعت کی سرمایہ دارانہ تنظیم ہے، ویبر نے اِسی مسئلہ کی تحقیق کرنی چاہی ہے، اس کا حل اسے سولہوین صدی کی مذہبی تحریک اصلاح مین ملتا ہے، اس مسئلہ پر پورے طور سے بحث کرتا ہے اور شروع یون کرتا ہے، کہ بڑے بڑے تجار اور سرمایہ دار، ہوشیار کاریگر اور دستکار، تقریباً سب کے سب مذہباً پروٹسٹنٹ

(PROTESTANT) مین وہ بنجامن فرینکلن (BENJAMIN FRANKLIN)

(امریکہ کا مشہور فاضل) کا حوالہ دیتا ہے، جس نے انسان کے لئے یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ سرمایہ کو بجائے خود ایک مقصد سمجھ کر ترقی دینے کی کوشش کرے، یہ خیال مغربی دنیا مین کیونکر پیدا ہوا اور کیسے پھیلا؟ اس خیال کو اُن قدیم خیالات سے مقابلہ کرنا پڑا، جن کی روسے دولت کو دولت کی غرض سے حاصل کرنا سخت نازیبا تھا،

ویبر اس جدید خیال کا تعلق سولھوین صدی کی مذہبی تحریک خصوصاً کالون (CALVIN) کی تعلیمات سے قایم کرتا ہی، اس تحریک کا اولین اور اہم ترین اصُول یہ تھا کہ وقت کو ضایع کرنا ایک زبردست گناہ ہی، ہر شخص کو اپنے پیشہ مین جانفشانی کرنی چاہئے، کیونکہ محنت کی وجہ سے جسمانی ہو خواہ دماغی، انسان گناہون سے محفوظ رہ سکتا ہی، یہی نہین بلکہ جائز منافع کے جو مواقع خدا کی طرف سے پیش ہوتے رہتے ہین ان سے فائدہ بھی ضرور اٹھانا چاہئے، ایسا نہ کرنا اور کمتر منافع کو اختیار کرنا کفرانِ نعمت ہی، ظاہر ہے کہ یہ نظریہ سرمایہ داری کی تحریک مین کس قدر معین ہوگا، اور اس لئے یورپ کی سرمایہ داری کا اصلی و حقیقی سبب پروٹسٹنٹ تحریک ہی، "م ع"

اسپین کی ایک خاتون کا قومی کارنامہ

اب سے پندرہ سال قبل اسپین مین عورتون کو یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے مین وہ آسانیان نہین تھین جو یورپ کے دیگر ممالک مین پائی جاتی ہین، اسپین کی یونیورسٹی مین طلبہ کے رہنے کے لئے کمرے نہین ہین اس سے لڑکون کو خاصی دقت ہوتی ہے، نہ کہ لڑکیون کو جن مین سے بعض صوبہ جات سے آتی ہین،

اس دقت کو محسوس کرکے ایک نوجوان خاتون ڈونا میریا نے عورتون کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک دار الاقامہ کا افتتاح کیا، لیکن شروع ہی سے یہ چیز محض دار الاقامہ سے بہت کچھ زیادہ تھی، اس عمارت مین درس کے کمرے، کتبخانہ، اور علمی تجربات کے لئے ایک معمل تھا، اس مین وہ لڑکیان بھی داخل ہو سکتی تھین

جو کسی خاص مضمون مین تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھین، اور وہ بھی جو میڈرڈ (اسپین کا دار السلطنت) کی یونیورسٹی مین پڑھتی تھین، رفتہ رفتہ اس مین وہ غیر ملکی عورتین بھی داخل کی جانے لگین، جو اسپینی زبان سیکھنے کی خواہشمند تھین،

اس معمولی ابتدا سے ترقی کرکے خاتون موصوفہ کی کوشش سے اب ایسے ایسے دس دار الاقامہ اس سلسلہ مین قایم ہوگئے ہین، جنمین دوسو پندرہ ۲۱۵ لڑکیان مستقل طور پر رہتی ہین، ان کے علاوہ ایسی لڑکیان بھی ہین، جو صرف درس کے لئے آتی ہین، اور روز اپنے گھرون کو چلی جاتی ہین، یہ تعلیم گاہ اسپین مین عورتون کی سب سے بڑی اور مرکزی تعلیم گاہ ہے، اور اس کارنمایان کا سہرا تنہا ڈونا میریا کے سر ہے،

انتخابِ مضمون کی نسبت لڑکیون کو پوری آزادی حاصل ہے، سائنس کی مختلف شاخون کے لئے علٰحدہ علٰحدہ پروفیسر ہین، جو معملون مین درس دیتے ہین، غیر ملکی زبانون کی تعلیم بحیثیت جزو نصاب کے دیجاتی ہے، لڑکیون کو اختیار ہے کہ امتحان کے لئے پڑھین خواہ یون ہی تعلیم حاصل کرین،

عام طور پر یہ یونیورسٹی اکتوبر کی پہلی تاریخ سے مئی کی پہلی تاریخ تک کھلی رہتی ہے، اسپین مین گرمی نہایت شدید پڑتی ہے، اس لئے گرمی کے مہینون مین تعطیل رہتی ہے، لیکن جو تعطیل کے زمانہ مین بھی پڑھنا چاہین، ان کے لئے انتظام ہوجاتا ہے، "م، ع"

اخبار علمیہ

سر آرتھر کونن ڈائل کی وفات

دو ماہ کی علالت کے بعد سر آرتھر کونن ڈائل نے، ۷ جولائی ۱۹۳۰ء کو قلب کی بیماری مین انتقال کیا، شرلاک ہومس کے افسانون کی وجہ سے ان کو جو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہین، آخر عمر مین انھین روحون کے ساتھ غایت درجہ کا اعتقاد ہو گیا تھا، وہ اسے ایک قسم کا مذہب خیال کرتے تھے، جس کی اہمیت ان کے نزدیک لٹریچر، فنون لطیفہ، سیاسیات بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ تھی، اور انھین اس بات سے تکلیف ہوتی تھی کہ لوگ ان کو شرلاک ہومس کے مصنف کے نام سے یاد کرتے ہین، سر آرتھر کو بچپن ہی سے تصنیف کا شوق تھا، پہلی کتاب انھون نے چھ سال کی عمر مین لکھی اور مدرسہ کے ابتدائی ساتھیون مین بحیثیت افسانہ گو کے شہرت حاصل کی، بعد مین انھون نے طب پڑھی، اور کئی سال تک مطب کرتے رہے، مصنفون کے زمرہ مین ان کا شمار اس وقت ہوا جب ۱۸۸۹ء مین انھون نے "مائکا کلارک" لکھی، گذشتہ جنگ عظیم مین ان کا بڑا لڑکا مارا گیا، اور اسی حادثہ نے آخر عمر مین انھین عالم ارواح کا دلدادہ بنا دیا،

بین الاقوامی بینک

جنگ عظیم کے بعد جنگی نقصانات اور تاوانون کی تلافی کے مسئلہ کو پیش نظر رکھکر ایک بین الاقوامی بینک قایم کیا گیا تھا فاتح اقوام کی اغراض متعلقہ کے سبب سے اس کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی، ابھی ان تاوانون کی پوری ادائگی، اور نقصانات کی کامل تلافی کا زمانہ باقی ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ خود متحدہ اقوام کے باہمی رشک وحسد مین اس کی زندگی کچھ زیادہ پائدار نہ ہوگی، چنانچہ امریکہ کا مشہور صحیفہ امریکن سائنٹفک اس کی نسبت لکھتا ہے کہ، "ان لوگون کے لئے جو تاریخ یورپ سے واقف ہین یہ امر بھی تقریباً یقینی ہے کہ آگے چل کر

اس پر قابو حاصل کرنا ہی ایک جدید بنائے مخاصمت ہو جائیگا، اگر اس نئے بینک سے انگلستان، جرمنی اور فرانس کے مرکزی بینکون کو صدمہ پہونچتا ہے تو سمجھنا چاہئے، کہ یہ بہت تھوڑے دنون کا مہمان ہے، اسے توڑنے کے حیلے جلد پیدا ہو جائین گے، از منہ جنگ یا ممالک یورپ کی باہمی کشیدگی کے اوقات مین اس کی راہ نہایت دشوار گذار ہوگی، اس کے مستقبل کا اندازہ کرتے وقت اس کے قایم کرنے والون مین سے بیشتر یورپ کی آیندہ جنگون کے امکان کو نظر انداز کر رہے ہین، لیکن جنگ بغیر اجازت بھی شروع ہو جاتی ہے،،

جدید روس کی مسلمان عورتین

روس مین آزادی کا جو طوفان برپا ہے اس سے وہان کا کوئی فرقہ محفوظ نہ رہ سکا، مسز اسٹرانگ کی کتاب "سمرقند مین سرخ ستارہ،، سے معلوم ہوتا ہے کہ مملکت روس مین ہر جگہ مسلمان عورتین مذہب کی پابندیون سے آزاد ہوتی جاتی ہین، اسی سلسلہ مین مشرق کی بعض رسمین بھی متروک ہوتی جا رہی ہین، بچون کی شادی جو ایک زمانہ مین ترکستان کی بدولت بدترین رسم تھی روز بروز دشوار ہوتی جاتی ہے، اگرچہ اب بھی کسی قدر اس کا رواج باقی ہے، تاشقند مین عورتین پردہ اٹھاتی جاتی ہین، لیکن باین ہمہ بعض مفید اصلاحین بھی ہو رہی ہین، ریگستانی سفر جو اونٹ یا گھوڑے پر کئی دنون مین پورا ہوتا تھا اب ہوائی جہاز پر چند گھنٹون مین ہو جاتا ہے، آبپاشی کے لئے نہرین نکالی گئی ہین، جن سے کھیتون کی حالت بہتر ہوتی جاتی ہے، کاشتکارون کو صرف ایک ہی قسم کے بیج تقسیم کئے جاتے ہین، تاکہ فصل جیسی بھی ہو ایک ہی حیثیت کی ہو،

امریکہ اور خانگی زندگی

امریکہ مین خانگی زندگی مفقود ہو رہی ہے، اب سے پچاس قبل وہان ہر شخص خانگی زندگی کا جویان تھا، لیکن آج صورت حال برعکس ہے، اس تغیر کے چند اسباب ہین، بعض لوگون کا خیال ہے کہ خانگی

زندگی کے فقدان کی اصل وجہ گذشتہ جنگ عظیم ہے، اس مین شبہہ نہین کہ جنگ نے عورتون کی آزادی کو بہت قبل از وقت مکمل کر دیا، جنگ ہی کے زمانہ مین عورتین گھرون سے باہر نکل پڑین اور ہر طرح کے کامون مین مردون کے دوش بدوش حصہ لینے لگین، اسی دوران مین بے چینی بڑھتی گئی، ذمہ داریون سے بچنے کی خواہش پیدا ہوئی، اور اخلاقی پابندیان ایک ایک کرکے رخصت ہونے لگین، جہان اور چیزون پر اثر پڑا وہان خانگی زندگی بھی پس پشت ڈالدی گئی، لیکن جنگ کے علاوہ جس چیز کا اثر بہت نمایان طور پر پڑا ہے، وہ امریکہ کی آرام پرستی ہے، اکثر لوگ گھرون کو چھوڑ کر ہوٹلون مین زندگی بسر کرنے لگے، باورچیون کی دوکانون اور قہوہ خانون مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، سلے ہوئے کپڑون کی دوکانین نہایت تیزی سے بڑھ گئین، غرض کہ تقریباً وہ تمام چیزین جو پہلے گھرون مین تیار ہوتی تھین اب باہر مل جاتی ہین اور لوگ گھرون سے روز بروز بے نیاز ہوتے جاتے ہین،

موٹر کے حادثون مین نمایان کمی

گذشتہ سال اوہایو (امریکہ) مین موٹر لاریون کے ہر ۱۲۵۰۰۰ مسافرون مین سے ایک مسافر اتفاقی حادثات سے مرتا تھا، امسال ایسے حادثات مین نمایان کمی ہوئی ہے، اور ۳۲۳۷۵۵۳۱ مسافرون مین صرف ۲۶ جانین تلف ہوئین،

انجمن ترقی علوم برطانیہ انگلستان کی صدسالہ جوبلی

انجمن ترقی علوم برطانیہ، انگلستان کی صدسالہ جوبلی ۲۳ ستمبر سے ۳۰ ستمبر ۳۱ء تک منعقد ہوئی، جسمین مختلف اہل علم نے مختلف موضوع پر اپنے خطبے پیش کئے، جلسہ افتتاحیہ مین صدر انجمن پروفیسر [illegible] نے نباتات کے متعلق ایک مضمون پر تقریر فرمائی، ۵ ستمبر کے جلسہ مین پروفیسر اپیلٹن نے لاسلکی کی آواز بازگشت پر تقریر کی، اسی تاریخ کو انجمن کے تعلیمی حصہ مین مدارس کے نصاب پر خصوصیت کے ساتھ بحث کی گئی، فلسفہ نفسیات پر بھی متعدد دلچسپ تقریرین پڑھی گئین،

ماہرین نباتات کا اجتماع

حال مین ماہرین نباتات جو بین الاقوامی نباتاتی کانگرس مین شریک تھے برٹش میوزیم مین مدعو کئے گئے تھے، ان کے لئے ایک خاص نمائش کی گئی جسمین نباتات کا ایسا نادر الوجود سرمایہ دکھایا گیا جسکا کسی دوسری جگہ یکجا ملنا ناممکن ہے، اس نمائش کی خاص چیز سلون کی ایک کتاب تھی جسمین اس کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی تصویرین ہین،

انگلستان مین افسانون کی حیات

انگلستان مین جس کثرت سے ہر سال نئے ناول شایع ہوتے ہین اور جس تیزی سے وہ فنا ہو جاتے ہین اس کا اندازہ مسٹر ہیو والپول کی رائے سے ہوگا جو انھون نے حال مین رسالہ ویک اینڈ ریویو مین ظاہر کی ہے، ان کا بیان ہے کہ پڑھنے والون کو پڑھنے کی فرصت نہین، تنقید کرنے والون کو تنقید کرنے کی مہلت نہین، شایع کرنے والون کو سوچنے کا وقت نہین، کتب فروشون کو کتابین رکھنے کی چھٹی نہین، ہر سال انگلستان مین ۴۰۰۰ ناول شایع ہوتے ہین، اس زبردست تعداد مین سے تقریباً ۲۰ کو دو ماہ سے زیادہ کا قیام نصیب ہوتا ہے،

مثلاً مس گریسی اسمتھ اپنی شاندار زندگی کا ایک سال صرف کرکے "سیب اور سنترے" لکھتی ہین، کتاب دلچسپ ہے، اور ایک ناشر اسے قبول کرلیتا ہے، اس پر متعدد تنقیدین بھی ہوتی ہین، اہل قلم تعریفین لکھتے ہین مس اسمتھ کی خوشی کا کیا پوچھنا، معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص انھین کا ذکر کر رہا ہے، دو ہفتون کے بعد انکی کتاب فنا ہو جاتی ہے، اسلئے کہ اس درمیان مین نصف درجن دوسرے ناول جو اسی قدر دلچسپ ہین شایع ہو جاتے ہین، تنقید کرنیوالون نے انکی بھی زوردار الفاظ مین تعریفین کی ہین، دو ماہ کے بعد مس اسمتھ اپنی کتاب کی فروخت کے متعلق دریافت فرماتی ہین تو جواب ملتا ہے کہ چند جلدین کتبخانون مین گئین اور دو ایک کتب فروشون کے ہان بس، یہ تجربہ مس صاحبہ کو تین چار بار پیش آتا ہے، آخر وہ شادی کرلیتی ہین، اور بجائے ناولون کے بچہ پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہین،

ادبیات

دعوتِ عمل

از

جناب محمد اسد خان، بی اے، ملتان

وقت است کہ مے بر سرِ بازار بنوشیم ستانہ برقصیم و دلیرانہ خروشیم
اذنِ طرب و عیش دہد قلقلِ مینا بیہودہ چرا گوش بر آوازِ سروشیم
آزمزۂ عشرتِ امروز سرائیم تاچند اسیرِ غمِ دوشیم و خموشیم
برخیز کہ یخود بہ خرابات شتابیم جائے بکف آریم و جہان را بفروشیم
گر پیرِ مغان جان طلبد جان بسپاریم ناصح اگر اندرز بگوید نہ نیوشیم
گر مردِ خردمند دہد پند، بگوئیم خاموش کہ مادل شدگان دشمنِ ہوشیم
امروز کہ یاران شدہ رسوا سرِ بازار صد حیف اگر جامۂ ناموس بپوشیم
برخاستہ در شہرِ زمستان ہمہ غوغا بنشستہ بیک گوشہ چرا نیبہ بگوشیم
ماہے سرِ بام است و دم جلوۂ عام است اورا نگریم و زجہان دیدہ بپوشیم
تا آنکہ در آغوشِ خود آن یار نیاید مردانہ بکوشیم و بکوشیم و بکوشیم

گویند کہ گفتار اسد بادۂ تند است،
یک جرعۂ آن ہم بلبِ گوش بنوشیم،

عرضِ تمنا

از

مولانا تمنا عمادی مجیبی پھلواروی

اللہ! میری خاک کا جامِ شراب ہے! ذرے کا یہ عروج ؟ کہ آج آفتاب ہے،
یہ زیست زیست ہے، ہو کوئی اس کا حساب ہے بیداریٔ خفیف میانِ دو خواب ہے،
یارائے ضبط، اور نہ تڑپنے کی تاب ہے، بسمل کو تیرے ایک خموش اضطراب ہے،
تقصیرِ چشمِ شوق، نہ جرمِ حجاب ہے، اغماضِ جلوہ ہے جو برنگِ نقاب ہے،
سیماب و برق و صاعقہ دیکھے ہین سب مگر سب سے الگ مری روشِ اضطراب ہے،
مٹی ہوئی نہ مجھ کو ترے ہاتھ کی نصیب غربت مین مرنے والے کی مٹی خراب ہے،
دیر اتنی کیون ہے آمدِ روزِ حساب مین پروردگار! تو تو سریع الحساب ہے،
غوطے مین کیا لگاؤنگا بحرِ وجود مین دھویا تھا صرف ہاتھ، کہ دریا سراب ہے،
پیدا کرین نکلنے کی اب راہ حسرتین جو زخم تیر دل پہ لگے فتح باب ہے،
ہے وقتِ احتضار، نہ چھیڑے کوئی مجھے یہ لمحۂ تصادمِ موج و حباب ہے،
ہے سعیِ راہِ جلوہ مین آرام اک فریب نظارہ کھا گیا کہین دھوکا، تو خواب ہے،

دونون جہان مین پائی تمنا نے آبرو
چہرے پر اس کے خاکِ درِ بو تراب ہے

"کرمِ ناتوان"

از

مولوی سید محمد ابراہیم صاحب تجم ندوی

مولوی سید ابراہیم صاحب تجم ندوی جنھون نے عربی زبان کی تکمیل کے بعد ایف اے تک انگریزی کی تعلیم بھی حاصل کی ہے، حب ذیل نظم مین انگریزی شاعر ورڈسورتھ کی ایک نظم "دی درم" کا ترجمہ کیا ہے، ترجمہ کی سلاست اور روانی داد طلب ہے، وہ چاہتے ہین کہ اسی طرح انگریزی کی بہترین نظمون کا ترجمہ اردو مین کرین تاکہ مغربی شاعری کے طرز و انداز سے اردو دان اصحاب بھی لطف اٹھا سکین"

اے سرخوشِ خرام! زمین پر سنبھل کے چل	اس کرمِ ناتوان کو خبردار مت پہ کچل
یہ خاکسار دہر پڑا ہے جو راہ مین،	کچھ کم نہین کسی سے خدا کی نگاہ مین
یہ بے نوا، جو تیری نظر مین حقیر ہے،	خلّاق اس کا بھی وہی ربِّ قدیر ہے،

وہ واجب الوجود، وہ صنّاعِ کائنات	جس نے عطا کیا ہے، تجھے خلعتِ حیات
وہ جس کا فضل سائے جہان پر ہے بیحساب	یہ کرمِ ناتوان بھی اسی سے ہے فیض یاب

اس نے بنائے چرخ پہ مہر و مہ و نجوم	خلقت کو تاکہ فائدے حاصل ہون بالعموم
سبزے کا فرش، سطحِ زمین پر بچھا دیا	مصرف کا حق تجھے بھی، اسے بھی عطا کیا
لینے دے لطف، ہستیٔ ناپائیدار کے	خوش ہو نہ ایک ننھے سے کیڑے کو مار کے
اے تجم دیکھ جان کسی کی کبھی نہ لے	وہ چیز ہے کہ تو جسے واپس بھی دے سکے

بابُ التقریظ والانتقاد

تقریظ برالمبین

از

استاذ العلماء مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)

المبین پر مخالف و موافق متعدد مضامین معارف مین شایع ہو چکے ہین، اب اس بحث کو زیادہ طول دینا بے کار ہے، اس لئے ان بزرگون کی تحریرون پر اس بحث کا خاتمہ کیا جاتا ہے، (اڈیٹر)

اس بارے مین پہلے سے اختلاف ہے کہ عربی مین آیا دوسری زبانون کے الفاظ ہین یا نہین، ایک فریق کی رائے مین اس کا اثبات ہے، دلیل مین بعض الفاظون کی دو زبانون مین وحدتِ اشتراک، اور تناسب کو پیش کیا گیا ہے، علامہ طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ مین دلیل مذکور کی کمزوری کو ظاہر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ جو چیزین معرضِ استدلال مین پیش کی گئی ہین، وہ ہرگز اس لایق نہین کہ ان سے احتجاج کیا جا سکے، بلکہ اس قسم کے الفاظ مین دونون زبانون کا اگر ترادف تسلیم کیا جائے تو حقیقت سے قریب تر ہوگا،

قدما کا ایک گروہ صرف یہی خیال رکھتا تھا، کہ عربی اگرچہ ایک مستقل زبان ہے، لیکن اس مین اگر عجمی الفاظ دخیل ہوئے ہون تو یہ ممکن ہے، مگر تحقیقاتِ جدیدہ کی یہ طرفہ ترستم ظریفی ہے، کہ اس نے فریب آمیز طرز پر یہ دعوی کیا کہ عربی کو یہ حق ہی نہین ہے کہ مستقل السنہ کے صف مین اس کو جگہ دیجائے، بلکہ وہ تو خود مسکین دوسری السنہ کی خوشہ چین ہے، اور اس کا ذاتی سرمایہ وہی ہے، جو بھیک کے ٹکڑون سے جمع ہوا، یا للعجب من جرأة الجهل والضلالة،

اس تحقیق مبالغہ آمیز سے در پردہ یورپ کو اسلام کے بعض مسلمہ مسائل پر حملہ مقصود تھا، جس کی تشریح کا یہ موقع نہین،

فاضل مولف سلمہ اللہ کی دقیق رس اور حقیقت شناس نظر نے جب اس دسیسہ کاری کا احساس کیا تو رگِ ہاشمی اور غیرتِ علمی نے حرکت کی اور حمایتِ دین متین نے اصل حقیقت کے اظہار پر انھین مجبور کیا، اور ماشاء اللہ ترکی بہ ترکی جواب دیا، یعنی جس طرح سے تحقیقات جدیدہ نے دو قدم آگے بڑھ کر حملہ کیا تھا، بعینہٖ مولانا نے بھی اسی طرح ٹھیک رگِ فاسد پر نشتر دیا، تناسب، وحدت اور اشتراک کو دلیل تسلیم کرکے اس امر کو ثابت کیا کہ سرے سے یہی غلط اور محض غلط ہے، کہ عربی الفاظ کے واضعین نے عند الوضع الفاظ اور معنی مین جن خصوصیات اور تناسب اور صفات کا لحاظ کیا ہے، دوسری السنہ مین اس کا رائحہ بھی ہو، اور اس امر کے ثابت کرنے مین فاضل مولف کا استقرا، استقرائے نازک اور لطیف نتائج کا استخراج اور نتائج سے قواعد اور ضوابط کے جانب رہبری اس مین شک نہین کہ یہ نہایت کٹھن اور دشوار راستہ ہے، جسے فاتحانہ طے کرنے کے لئے فطرت کی طرف سے شاید یہی مقرر ہوئے تھے، فاضل مولف کو مین اس امر پر مبارکباد دیتا ہون کہ وہ اپنے اس دعوے کے ثابت کرنے مین نہایت کامیاب ہوئے، اور خود ان کی یہ کتاب ان کی کامیابی کی صداقت پر کافی روشنی ڈالتی ہے،

ظاہر مین گو یہ کتاب تحقیقات جدیدہ کے اغلوطات اور سفسطیات کا ازالہ ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک فن جدید کی بنیاد کا مستقل کتاب کی صورت مین نقشِ اول ہے،

اس زمانہ مین جب کہ یورپ مین اغلوطات اور سفسطیات کی گرم بازاری ہے، اور ہمارے نو تعلیم یافتہ یورپ کی ہر صدا پر لبیک کہنے کو حاضر ہین، تو اس امر کی ضرورت اور سخت ضرورت ہے، کہ نصاب تعلیم مین اس قسم کی کتابین داخل کی جائین، البتہ عربی پر عجمی لباس کی زیبایش کا فیصلہ فاضل محترم کی توجہ کا محتاج ہے،

تقریظ

از

استاذ العلماء مولانا سید شبیر علی صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد (دکن)

مین نے المبین کو دیکھا مین نہین کہہ سکتا، کہ ان اہم اور لطیف مضامین اور اس دل فریب اور سحر آفرین انداز بیان سے کس قدر متاثر ہوا ہون،

اس جلیل القدر فاضل کی بلند پروازی استقامتِ رائے سلامت روی طباعی اور قوت ممیزہ کو اس رسالہ نے منصۂ ظہور پر لاکر بٹھا دیا، خصوصاً ساتوان باب بالخصوص (بے مثل مطالعہ صحیفۂ کائنات) کہ اس سے مین تو چکاچوند مین آگیا نہین جانتا کہ اس کو سحر کہون یا کرامات، مین آج تک کسی مضمون کے دیکھنے سے ایسا متاثر نہین ہوا،

مین بکمال وثوق یہ کہتا ہون کہ المبین کے مطالعہ سے بہت ہی بیش بہا معلومات کا اضافہ اور بہت سی غلط فہمیون کا ازالہ ہوگا، اس کتاب کے سات باب ہین ہر باب مین مضمون کی بلندی اور بلندئ مضمون کے ساتھ دلیل کی مضبوطی پھر بیان کی آسانی یہ ایسی خوبیان ہین جن کا لطف بغیر مطالعۂ کتاب حاصل ہو نہین سکتا، اس لئے مین اس وقت علم دوست حضرات سے اس سے زیادہ عرض کرنا مناسب نہین سمجھتا کہ المبین کا مطالعہ فرمائین، ہان دو باتون کا اس ذیل مین بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہون،

اولاً یہ کہ مصنف نے برہان و دلیل اور تائید و تقویت مین جو لطیف فرق ہے، اس کا لحاظ ہر موقع استدلال پر کمال لطف و خوبی کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے، جن قضایا سے کسی بات کا ایقان مقصود ہوتا ہے، انھین برہان و دلیل کہا جاتا ہے، اور جن قضایا سے ظن مد نظر ہوتا ہے، ان کو تائید تقویت امارہ اور

خطابہ کہتے ہین،

مخالف پہلو کا احتمال اور امکان عقلی ایقان کے منافی ہوتا ہے، ظن کے منافی نہین ہوتا لیکن
مخالف پہلو پر بھی کوئی تائید مساوی یا اس سے زیادہ قوی پیش نہ کی جائے،

فن منطق مین دستگاہ رکھنے والا المبین کے برہان و تقویت کے فرق کو ہر موقع استدلال پر نمایان دیکھکر
خاص لطف حاصل کر سکتا ہے،

دوسری خوبی قابل بیان یہ ہے کہ المبین نے جن خیالات اور مذاہب کا ذکر کیا ہے وہ موافق ہون
یا مخالف اس خوبی اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ گویا یہ خیال المبین ہی کا خیال ہے، خصوصاً جرجی زیدان
کا مغالطہ اور اس کا رد ایسا ہی حکایت صوتی کے اصل کا بیان اور اس کا جواب ان مباحث کا مطالعہ
فی الحقیقت بصیرت افروز انصاف کا نمونہ ہے، عموماً دیکھا گیا ہے کہ مخالف مذہب کو جواب کے وقت عجیب
حضرات توڑ مروڑ کر بدنما صورت مین پیش کرتے ہین، برخلاف اس کے المبین نے حتی الامکان آراستہ کرکے دکھایا
ہے، جو نہایت راستبازی اور امانت داری کا نتیجہ ہے،

مین وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ جو شخص فی الجملہ السنہ اور ان کے متعلقہ اصول کی اہمیت اور
وقعت سے واقف ہوگا اور اس کی المبین تک رسائی ہوگی وہ مشرقی ہو یا مغربی مستشرق ہو یا اس کے
اتباع مین سے ہو وہ بالاضطرار عربی کے افضل الالسنہ ہونے اور المبین کے بے مثل ہونے کا اعتراف کرے گا،
اگر اس کے معلومات مین بقیہ مباحث اور اصول اور ان کا فلسفہ جن کو افادہ مافی الضمیر اور دلالت سے
گہرا تعلق ہے، اور جو کتب صرف و نحو معانی و بیان اور اصول فقہ مین بیان کئے گئے ہین اضافہ کیا جائے تو
پھر اس علمی سیر کا کیا کہنا ہے، اس وقت اسی قدر لکھنا کافی سمجھتا ہون، بشرط صحت و فرصت المبین پر
تفصیلی تبصرہ کسی آیندہ وقت مین لکھون گا،

معارف:- کتاب ملنے کا پتہ:- مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڈھ، قیمت عہ

گنجینۂ تحقیق

مولفہ

پروفیسر سید محمد احمد صاحب بیخود موہانی ایم اے پروفیسر شیعہ کالج لکھنؤ

یہ چند تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جن مین بعض مضامین تو محض لفظی تنقید سے تعلق رکھتے ہین، اور
ان مین تمام تر لکھنؤ کی شان تنقید پیدا ہوگئی ہے، اور طرز تحریر طعن و تشنیع سے خالی نہین ہے، اس مین اُن
لفظی اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہین جو بخیال جناب بیخود، جناب طباطبائی نے ان پر کئے ہین، مثلاً

زہراب اہل زبان پیشاب کو کہتے ہین، اس لفظ سے بچنا چاہئے تھا،

قدیم محاورات مین کوئی تغیر جائز نہین،

کوس لمن الملکی صحیح نہین،

اس قسم کے بہ کثرت اعتراضات ہین، اور ان کے جوابات نہایت تحقیق و کاوش سے دیئے گئے
ہین اور ہر اعتراض کے جواب مین اساتذہ کے بہ کثرت اشعار اور انشا پردازون اور مصنفون کے بہ کثرت
فقرے پیش کئے گئے ہین جس سے مضمون نگار کی وسعت نظر کا حال معلوم ہوتا ہے، لیکن اکثر مضامین مین
معنوی تنقیدین کی گئی ہین، چنانچہ پہلے مضمون مین جس کی سرخی "آئینۂ تحقیق" ہے، دیوان غالب کی تمام
شرحون پر رائے زنی کی گئی ہے، اور ایک غزل کے متعلق قابل ذکر شرحون کے بیان کردہ مطالب کو
نقل کرکے اپنی تنقیدی رائے ظاہر کی ہے، اور آخر مین خود اس کی شرح کی ہے، مثلاً غالب کا
ایک شعر ہے، ؎

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے،

اور اس کی جو شرحین شوکت میرٹھی، حسرت موہانی، اور طباطبائی نے کی ہین، ان پر تنقید کرکے

خود پروفیسر تجوّد نے اس کی شرح ان الفاظ مین کی ہے،

قمری بھی نالہ کش ہے، اور بلبل بھی، قمری سوزِ عشق سے جل کر کفِ خاکستر اور بلبل خاک سیاہ اور اس طرح دونون اپنے سوزِ عشق کا مرقع بنی ہوئی ہین، ان کا دعوئ عشق مسلم ہے لے نالہ مین اپنے سوزِ دل کے ثبوت مین دنیا کو کیا دکھاؤن، خالی نالہ دعواے بے دلیل ہے، اور موجب رسوائی کمالِ عشق یہ ہے کہ عاشق ہمہ تن سراپا شعلہ بنکر رہ جائے، مراد یہ ہے، کہ مین شیدائیون کی صف مین آتے ہوئے شرماتا ہون، اس لئے کہ میرا سوز سوز ناتمام ہے،

اسی طرح اس پوری غزل کے مطالب کو اور قابل الذکر شرحون سے نقل کرکے تنقیدی راے ظاہر کی ہے، اور اخیر مین خود مطلب کو حل کیا ہے، جو اور شرحون سے زیادہ برجستہ اور صاف ہے،

ایک مضمون جس کی سرخی "سرمایۂ تحقیق" ہے، نگار کے اُس مضمون کے جواب مین لکھا ہے جسمین آرگس نے غالب پر سرقہ کا الزام لگایا ہے، اس مین اولاً ڈیٹر نگار کی ایک عبارت نقل کرکے اس پر بہت سے لفظی اعتراضات کئے ہین، اس کے بعد آرگس کی وہ عبارت نقل کی ہے، جس مین انھون نے غالب پر توارد کا الزام لگایا ہے، پھر سرقات شعریہ پر بحث کی ہے، اور اس کے اقسام بتائے ہین، اور اخیر مین آرگس کا یہ فقرہ

"دراصل سرقہ وہی ہے، کہ کسی کا خیال لے لیا جائے، اور بغیر کسی ترقی کے اپنے یہان باندھ لیا جائے،

نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس معیار کی بنا پر مرزا کے ۱۰ شعر مین ایک بھی سرقہ مین داخل نہین، اس کے بعد وہ اشعار نقل کئے ہین، جن پر آرگس نے سرقہ کا الزام لگایا ہے، اور جواب مین دونون اشعار کے مفہوم کا فرق دکھایا ہے، مثلاً،

دوست غمخواری مین میری سعی فرمائینگے کیا　　زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا، (غالب)

لذت زخم بسکہ دلِ زارِ من گرفت　　ناخن زدم پسینہ اگر بر شدن گرفت (ناطق مکرانی)

ان دونون اشعار مین یہ فرق دکھلایا ہے، کہ عاشق ایک مجنون ہے، اس کے احباب اُس کے ناخن اس لئے ترشواتے ہین کہ کہین زخمون کو بڑھا نہ لے مگر شوریدہ سر عاشق اپنے دوستون کو دشمن جانتا ہے، اور یہ سمجھ کر خوش ہے کہ زخم بھرنے سے پہلے ناخن بڑھ آئین گے، اور مین پھر زخمون کا گلزار کھلا دونگا، مگر ناطق صرف لذتِ زخم عشق کو بیان کرتا ہے، کہ جہان زخم اچھا ہونے لگا مین نے ناخن مارا، اور پھر وہی مزے آنے لگے، لیکن ہمارے نزدیک غالب کے شعر مین کسی لفظ سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ عاشق شوریدہ سر ہے، اور وہ اپنے دوستون کو دشمن جانتا ہے، البتہ دونون اشعار کے مفہوم مین ضرور فرق ہے،

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون مین　　عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائینگے کیا، (غالب)

منم آن سیر ز جان گشتہ کہ با تیغ و کفن　　تا درِ خانہ جلاد غزلخوان رفتم، (عرفی)

ان دونون اشعار کو نقل کرکے اولاً تو اس فرق کو دکھایا ہے، جس کو تمھا نے دکھایا تھا یعنی یہ "عرفی صرف جان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور غالب یہ کہتے ہین کہ وہ میرے قتل کے لئے روز کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتے ہین، کبھی کہتے ہین کہ تلوار نہین، کبھی کہتے ہین کہ کفن کا کیا انتظام ہے، بس آج تمام اسباب جمع کرکے جاتا ہون، تاکہ انھین کوئی عذر نہ رہے،" اس فرق کو مضمون نگار نے بھی دیوان غالب کی شرحون کے بیان کردہ مطالب کے مطابق صحیح تسلیم کیا ہے، لیکن وہ خود یہ فرماتے ہین، کہ اس شعر کی بنا عرب کے اس دستور پر قایم ہے کہ جب وہان کوئی جان پر کھیل جانے کے لئے تل جاتا تھا تو سر سے کفن باندھ کر اور تلوار لیکر نکلتا تھا، پھر کوئی اسے جان دینے کے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش نہین کرتا تھا۔

عاشق غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ مین نے ابتک جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے والون کی صورت ہی نہین بنائی اور یہی سبب ہے کہ وہ کسی نہ کسی بہانے سے مجھے ٹال دیا کرتا ہے، آج اس ساز و سامان

سے جاتا ہون اب تو کوئی عذر ہو ہی نہین سکتا، اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق معشوق کے ہاتھ سے قتل ہونے ہی کو مآلِ زندگی سمجھتا ہے، عرفی کے شعر مین جب تک "دسیر ز جان گشتہ" کا ٹکڑا موجود ہے اُس وقت تک غزل خوان رقم کے ہوتے ہوئے بھی غالب کے شعر کی گرد کو نہین پہونچ سکتا، اس لئے کہ جان سے بیزار ہونے پر مرنے کی خوشی اور چیز ہے اور معشوق کے ہاتھون قتل ہوجانے کی تدبیر سمجھ مین آنے پر پھولون نہ سمانا اور چیز ہے، لیکن ادب عربی کی کتابون مین ہماری نظر سے کہین یہ نہین گذرا کہ عرب مین اس قسم کا دستور تھا، اور غالب کے شعر سے یہ بالکل سمجھ مین نہین آتا کہ وہ معشوق کے ہاتھ سے قتل ہونے کو مآلِ زندگی سمجھتا ہے، البتہ دونون اشعار مین فرق ضرور ہے، غالب شوقِ قتل کا اظہار کرتا ہے، اور عرفی زندگی سے بیزاری کا، ایک مضمون مین جس کی سرخی "رمایۂ تحقیق" ہے، شرح قصائدِ خاقانی مولفہ سید محمد نقی صاحب شادمان لکھنوی پر تنقیدی نظر ڈالی ہے، یہ صرف ایک قصیدے کی شرح ہے، اور اس کے چار شارح ہین، جناب محشی مولانا محمد علی صاحب ناقی پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی، مولانا سید اولاد حسین صاحب شادان بلگرامی، مولانا سید محمد نقی صاحب شادمان لکھنوی، اور اس مضمون مین انھین شراح کی شرحون پر تنقید کی ہے،

آخری مضمون مین جس کی سرخی آیۂ تحقیق ہے، رسالہ مبصر لکھنؤ کے ایک سلسلۂ مضامین پر جس کو رسالہ کے اڈیٹر ابو العلا حکیم سید احمد صاحب ناطق لکھنوی نے لکھا ہے تنقید کی ہے، اس مضمون کا شانِ نزول یہ ہے کہ منشی عبد العلی صاحب شوق سندیلوی نے اپنی پندرہ سولہ غزلون پر تمام مشاہیر اساتذۂ ہند سے اصلاح لیکر ان کا ایک مجموعہ اصلاحِ سخن کے نام سے شایع کیا، جس نے شعرائے اردو مین ایک ہلچل ڈالدی، ناطق لکھنوی نے اس کی ایک غزل کی تمام اصلاحون پر تنقیدی نظر ڈالی ہے، اور حضرت نجو د نے اسی تنقید کی تنقید کی ہے، لیکن جب تک ایک ایک شعر پر تمام شعراء کی اصلاحین نہ نقل کی جائین اور اس کے ساتھ ناطق، اور نجود کی تنقیدین نہ دکھائی جائین ان کا عیب و ہنر معلوم نہین ہو سکتا، اس لئے طوالت کے خیال سے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہین،

مطبوعات جدیدہ

مصطفائی کمال، ازجناب حاجی محمد موسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڈھ حجم ۱۵۰۳ صفحے، لکھائی چھپائی اچھی کاغذ متوسط، قیمت عہ، پتہ :۔ دتاولی ضلع علی گڈھ،

موصوف نے تحریک خلافت کے پرآشوب زمانہ مین "اسلامی خلافت کا کارنامہ" کے عنوان سے ایک سلسلہ تصنیف جاری کیا تھا، موصوف اس سلسلہ کو ابھی تک نباہ رہے ہین اب تک دو جلدین شایع ہوچکی تھین تیسری جلد "مصطفائی کمال" کے نام سے اب شایع ہوئی ہے، اس مین ہجرت نبوی سے سنہ ۵ھ تک کے مسلسل حالات پیش کئے ہین، خصوصاً آنحضرت صلعم کی زندگی کے "مذہبی اخلاقی اور انتظامی اصلاح" کے پہلوون کو نمایان کرکے دکھایا ہے، اس کی تالیف کے وقت مؤلف کے پیش نظر مولانا شبلی کی سیرۃ النبی کی تمام جلدین رہی ہین، لیکن حوالون کی مزید زحمت بھی گوارا کی گئی ہے، اور سیرۃ النبی کے پیش کردہ حوالون کی طرف بھی رجوع کرلیا گیا ہے، اور پھر اصل کتابون کے حوالے ثبت کردیئے گئے ہین، مگر ضرورت تھی کہ اس تالیف کی تسوید کے وقت سیرۃ النبی کے اوراق سامنے سے ہٹا دیئے جاتے، تاکہ واقعات کی ترتیب اور مفہوم کے طرز ادا مین فرق ہوجاتا، اور ہمین اس کے پڑھنے سے کوئی نیا لطف حاصل ہوتا،

معاشیات، ازجناب حبیب الرحمن صاحب ایم اے، ال، ال، بی، مددگار معلم معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، حجم ۳۰۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت مجلد ہیر، پتہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ، حیدرآباد دکن،

مصنف نے علم المعیشت کے اصول و قوانین سہل و آسان اور عام فہم زبان مین قلمبند کئے ہین، کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب مین علم المعیشت کو سمجھایا گیا ہے، پھر مختلف ابواب مین معیشت

کے اہم اصول "پیدائش دولت" "تقسیم دولت" اور "صرف دولت" کی تشریح کی گئی ہے، اس کے بعد "مبادلۂ دولت" کے انتظامات اور سب سے آخر مین "سرکاری مالیات" پر بحث ہے، یون تو اس موضوع پر ایک دو کتابین اردو مین شایع ہوچکی ہین، لیکن وہ نہایت سنجیدہ دقیق مباحث سے مملو ہین، اور محض فن کے اعتبار سے لکھی گئی ہین، زیر تبصرہ کتاب کی اصلی خوبی یہ ہے کہ یہ مبتدیون اور معمولی تعلیم یافتہ اشخاص کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے، اس لئے نہایت عام فہم و سلیس طرز ادا مین روزانہ کی زندگی سے مثالین دیکر اس فن کے مسائل سمجھائے گئے ہین، اصطلاحین گو کثرت سے ہین، لیکن وہ اس وقت سامنے آتی ہین، جب اس سے پیشتر ان کا مفہوم ذہن مین آجاتا ہے، اور اسی خصوصیت کو سامنے رکھکر علم المعیشت کے تمام مسائل استقصاد کے ساتھ اسمین مرتب کردیئے گئے ہین، اس لئے یہ اپنے موضوع پر ایک کامیاب کتاب کہی جاسکتی ہے، اور ہم مصنف کو اسی مشکل خدمت کو آسانی سے انجام دینے پر دل سے مبارکباد دیتے ہین،

انشائے مفید عام، مصنفہ منشی حمید احمد صاحب قدوائی سب رجسٹرار، ساکن قصبہ آسیون ضلع اناؤ، حجم ۹۲ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی، ور کاغذ متوسط قیمت ۴ر پتہ :۔ منشی بشیر احمد صاحب قدوائی محلہ حاکم ٹولہ شہر اناؤ،

یہ رسالہ بچون کو اردو خط نویسی سکھانے کے لئے مرتب کیا گیا ہے، اس مین مختلف بزرگون، عزیزون اور احباب کے نام عورتون اور بچون کی طرف سے خطوط لکھ لکھ کے جمع کئے گئے ہین، خطوط مین مختلف اصلاحی اور معاشرتی مسائل درج ہین،

تجلیات سخن، مرتبہ جناب ہبہ احمد صاحب فرشوری حجم ۱۳۶ صفحے، تقطیع چھوٹی لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، سرورق خوش نما، جلد بک حسین، قیمت ؟ پتہ :۔ جناب محمد احید الدین صاحب، ایف، آر، اے، ایس، نظامی پریس بدایون،

زیر نظر تالیف بظاہر تو جناب نظام الدین حسن نظامی اڈیٹر ذوالقرنین بدایون کے کلام کا مجموعہ ہے،

گر درحقیقت وہ بدایون کے مختلف اہلِ علم کی یادگارون کا ایک گلدستہ ہے، نظامی صاحب کے مجموعۂ کلام سے پہلے اس مین متعدد مقدمے، دیباچے، تمہیدین اور ضمیمے ہین، پہلے شعرائے بدایون کا مختصر تذکرہ ہے، اور پھر اسی ضمن مین مشہور بدایونی مورخ ملا عبد القادر کا ایک رخصتی سلام تحشیہ و تعلیق کے ساتھ منسلک ہے، ابتدا مین مرتبِ مجموعہ جناب ہبہ احمد صاحب فرشوری، کی ایک تمہید ہے، جس مین اس کی ترتیب کے تفصیلات درج ہین، اس کے بعد جناب قمر الدین احمد صاحب بدایونی بی اے کا دیباچہ ہے، اس مین جناب نظامی بدایونی کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، پھر مولوی محمد قمر الحسن صاحب ارشدی کا ایک وقیع مقدمہ ہے، جس کی ابتدا مین شعرائے بدایون کا اجمالی ذکر ہے، اور ایسے شعرار کی جدول تیار کی گئی ہے، جن کے تذکرے ابھی تک علم سینہ تھے، اور جن کی شاعری کا نمونہ مل سکا ہے، ان کا ایک ایک شعر درج کیا گیا ہے، پھر اصل مجموعہ کی مناسبت سے جناب نظامی کے کلام پر تبصرہ ہے، اور آخر مین اسی مقدمہ کا ایک ضمیمہ ہے، جو تاریخی حیثیت سے نہایت قابلِ قدر ہے، اس ضمیمہ مین ملا عبد القادر کے سرسری حالات ہین، اور پھر ملا بدایونی کا وہ رخصتی سلام درج ہے، جو اس وقت کہا گیا تھا جب ملا بدایونی اکبر کے دار و گیر سے خائف ہوکر وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے،

اس کے بعد نظامی کے کلام کا مجموعہ ہے، جناب نظامی حاشیہ نشینان بزمِ حالی مین ہین، اس لئے جو کچھ بھی ان کے قلم سے نکلا ہے، وہ مطالعہ کے لائق ہے، مگر تعجب ہے کہ اس مجموعہ مین موصوف کا وہ قصیدہ نظر نہین آتا، جو ندوۃ العلمار کے ایک قدیم اجلاس مین پیش کیا تھا،

معانی و بیان، مولفہ مولوی محمد رفیع صاحب، حجم ۱۰۹ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت عہ،

پتہ:۔ رائے صاحب لالہ رام دیال اگروالہ، الہ آباد،

اس رسالہ مین علم معانی، بیان، بدیع اور علم عروض کے تمام مسائل، اختصار، استقصار، جامعیت اور ترتیب و تبویب کے ساتھ جمع کئے گئے ہین، رسالہ کی اصل خوبی اس کے زبان کی سلاست و روانی ہے، مسائل کے سمجھانے کے لئے فارسی شعرار کے کلام کی مثالین دی گئی ہین، اور ہر مثالیہ شعر مین جس مسئلہ سے جو مناسبت ہے، اس کو بخوبی روشن کیا گیا ہے، "ر"

جلد بست و ششم ۲۶	ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء	عدد پنجم ۵

مضامین